پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 4۔ شمارہ 4۔ اکتوبر تا دسمبر 2017ء۔ زیر ادارت رانا محمد حسن خاں

2 London Road, SM4 5BQ , Morden Surrey
Tel:020 36747009 , Mobile: 07792998973
Email: peshwaltd@gmail.com
www.peshwa.co.uk

RH DREAM EVENTS LIMITED

RH Dream Weddings

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER
Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید **مارکیٹنگ مینیجر** رانا عبدالصمد خاں **سرورق** محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیت قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ (دھوکا بازی اسلام میں جائز نہیں)	2
اداریہ ''ڈونلڈ ٹرمپ'' (ڈونلڈ ٹرمپ کے بیانات)	3
''ہماری تباہی کا سبب''	6
ابن رشد یورپ میں حقوقِ نسواں کا پہلا علمبردار	7
اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں	11
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط3)	13
روسی حکومتوں اور چرچ کے سیاسی ہنی مون	18
عصر حاضر کی بے چینی اور ناانصافی کا علاج	20
جنت، دوزخ اور نام نہاد مولوی	21
''قہر ہے بات بات پر گالی''	23
عید میلادالنبیؐ منانے کی تاریخ اور اسکے منانے کا طریقہ	24
مذہب کی حقیقت	26
باتبصرہ خبریں (شاہ زیب کا قاتل۔تحریک عدل وتحریک قصاص)	28
حبیب آقا رسول اللہ ﷺ اور راستے کے حقوق	30
''اجتماع برائے ختم نبوت''	32
ولیم کنراڈ رونتجن Wilhelm Conrad Rontgen	33
''ہمیں ایک مرتبہ پھر محبت سے سرشار کردے''	35
ہومیو پیتھک نسخہ جات (امراضِ اطفال)	36
ہمبرگ HAMBURG	38
آوارگانِ دشتِ خار (قسط12)	41
کیا آپ جانتے ہیں؟	44
حافظ حسین دین (افسانہ)	46
شعر وشاعری: امتہ الباری ناصر صاحبہ۔جمشید اعظم چشتی	49
محمود شام۔مظفر خیر آبادی۔مرزا رضا برقؔ۔مرزا محمد رفیع	50
سوداؔ۔عبدالمجید عدمؔ۔راحت اندوری۔	52

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

Tel.020.36747909. E-mail. peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبر شپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

القرآن الحکیم

(ان پر) جنہوں نے اپنے دین کو لغویات اور کھیل کو د بنا رکھا تھا اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا۔ پس آج کے دن ہم بھی انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا بیٹھے تھے۔ اور بسبب اس کے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ (سورۃ الاعراف آیت ۵۲)

حدیث النبی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص تجارت یا دوسرے لین دین میں دھوکا بازی سے کام لیتا ہے اور ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں رکھتا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (صحیح مسلم)

مشعل راہ۔ ’’دھوکہ بازی اسلام میں جائز نہیں‘‘

مندرجہ بالا مقدس اشاد آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمایا جب کہ آپؐ نے ایک غلہ فروش کے اناج کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ وہ اندر سے گیلا تھا، مگر باہر سے خشک غلہ کی تہ ڈال کر اس نقص کو چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت آپؐ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا اور آپؐ نے غلہ فروش کو انتہائی ناراضگی کے ساتھ فرمایا کہ یہ دھوکہ بازی اسلام میں جائز نہیں اور جو مسلمان دھوکہ کرتا ہے اور خراب مال کو اچھا مال ظاہر کر کے بیچنا چاہتا ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور آپ نے حکم دیا کہ اگر تمہارے مال میں کوئی نقص ہے تو اس نقص کو ظاہر کرو۔ اور پھر بیچو تا کہ تمہارے مال کا خریدار نقص کو مدنظر رکھ کر قیمت کا فیصلہ کر سکے۔

آپ ﷺ کی اس انتہائی تاکید کا یہ نتیجہ تھا کہ بعض اوقات صحابہ میں اس قسم کا دلچسپ اختلاف ہو جاتا تھا کہ مثلاً بیچنے والا اپنے مال کی قیمت دو سو روپے بتاتا تھا۔ مگر خریدار کو اصرار ہوتا تھا کہ نہیں یہ مال تو تین سو روپے کا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کئی مسلمان کہلانے والے لوگ تجارت میں بے دریغ دھوکہ کرتے ہیں قسمیں کھا کھا کر جھوٹ بولتے اور کھانے پینے کی چیزوں میں اس طرح ملاوٹ کرتے ہیں کہ شاید شیطان بھی شرم سے منہ چھپاتا ہو گا۔ بلکہ بعض مسلمان تو حج بھی صرف اس خیال سے کرتے ہیں کہ حاجی کہلانے سے ان کی تجارت کو زیادہ فروغ حاصل ہو جائے گا ۔ میں ہرگز نہیں کہتا کہ سب ایسے ہیں۔ جہاں قوم کا ایک معتد بہ حصہ اس قسم کی اخلاقی پستی میں مبتلا ہو وہاں ایسی قوم بدنامی کے داغ سے ہرگز بچ نہیں سکتی اور بہر حال ہمارے مقدس رسول ﷺ (فداہ نفسی) کا سچا متبع وہی سمجھا جا سکتا ہے جو آپ ﷺ کے حکم کو مان کر ہر قسم کے دھوکے اور فریب سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ ورنہ وہ اس وعید کی زد سے بچ نہیں سکتا کہ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّی۔۔

(مرسلہ۔ انا ثمرین صاحبہ۔ نیو جرسی۔ امریکہ بحوالہ چالیس جواہر پارے)

اداریہ

(ڈونلڈ ٹرمپ)

(ڈونلڈ ٹرمپ کے دو بیانات کی حقیقت)

ہواؤں میں کوئی پیغام نا رسیدہ ہے | دبا دبا سا یہ طوفاں گھٹی گھٹی ہلچل

دسمبر ۲۰۱۷ء اسلامی کہلانے والی دنیا کے لیے خاصا ہنگامہ خیز مہینہ ثابت ہوا ہے۔صدر ٹرمپ کی جانب سے یروشلم میں چھ ماہ میں امریکی سفارت خانہ کھولنے کا اعلان اسلامی دنیا میں ہلکی پھلکی ہلچل کا باعث ضرور بنا تھا مگر حسب سابق چند روز شور شرابہ کرنے کے بعد یہ ہلچل ختم ہو چکی ہے۔امریکی صدر کے اعلان سے پیدا ہونے والی صورت حال پر غور کرنے کے لیے اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کا ہنگامی اجلاس بلایا گیا، اس اجلاس میں ۵۷ اسلامی ممالک کے سربراہان اور ان کے نمائندے موجود تھے۔اس اجلاس کے افتتاحی سیشن میں ترکی کے صدر رجب طیب اردگان نے اسرائیل کو قابض اور دہشت گرد قرار دیا تو اس کے جواب میں امریکی فیصلے کو تاریخی قرار دینے والے اسرائیلی وزیر اعظم بنیا مین نیتن یاہو نے منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ’’ایک متنازعہ لیڈر جس کے اپنے ملک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہوں، اس کو اخلاقیات کی تبلیغ کا کوئی حق نہیں، اسرائیل یہودیوں، مسلمانوں اور عیسائیوں کو عبادت کی مکمل آزادی پر سختی سے عمل کرتا ہے۔‘‘

دلکش اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ شخص جو کام خود نہیں کرتا کسی دوسرے کو وہ بات کہنے کا حق نہیں رکھتا۔حقیقت بھی یہی ہے کہ طیب اردگان نے ناکام بغاوت کے بعد اپنے ہم وطنوں سے جو سلوک کیا ہے اس کے بعد انہیں انسانی حقوق کی بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے، طیب اردگان کو خیموں میں رہنے والے ان بھوکے اور ننگے کردوں جن کا تعلق یروشلم کے فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی سے ہے، کی آزادی کے لیے بھی اسی طرح بھڑکنا چاہیے جس طرح وہ فلسطینی، کشمیری اور روہنگین مسلمانوں کی آزادی کے خواہاں ہیں۔نیتن یاہو کے بھڑکنے کی وجہ ان کا اپنا کالا چہرہ تھا جس کی سیاہی اس بارود کی مرہون منت ہے جس نے فلسطینیوں کا لہو بہایا ہے۔ہر ظالم اپنے مظالم کو اپنی دانست میں جائز سمجھتا ہے اور دوسروں کے ظلم کرنے پر بھڑک اٹھتا ہے۔جب یونان، ہالینڈ، برطانیہ اور جرمنی وغیرہ کے حکمرانوں نے طیب اردگان کو ترک عوام کے انسانی حقوق کا احترام کرنے کی طرف توجہ دلائی تو وہ بھڑک اٹھے اور صاف کہہ دیا کہ ہمیں کسی کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ترکی صدر کی مثال اس لیے دی گئی ہے کیونکہ اسلامی دنیا میں ان کی بیان بازی کو بہادری اور مجاہدانہ فعل قرار دیا جا رہا ہے۔ہم ذاتی طور پر سمجھتے ہیں کہ کشمیری، فلسطینی اور کرد لوگوں کا غم سانجھا ہے، انہیں آزادی دینی چاہیے اور اس کے لیے بھارت، اسرائیل اور ترکی پر عالمی برادری کو دباؤ ڈالنا چاہیے۔کم از کم ۵۷ مسلم ممالک کو مل کر ان تینوں ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کرنے ہوں گے اور دوسرے مرحلے میں معاشی و تجارتی تعلقات منقطع کرنے ہوں گے۔احتجاج اور یو این او اور او آئی سی کے اجلاسات میں تقریریں کرنے سے اور قراردادوں کے اعلانات سے کچھ نہیں ہونے والا۔بدقسمتی سے ایسے اقدامات کرنے کے کسی بھی قسم کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔مثلاً سعودی عرب، ہندوستان سے بہتر تعلقات قائم رکھنے کے لیے کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کا ہندو لیڈروں سے ذکر تک نہیں کرتا۔یمن، شام، عراق اور لیبیا کا بینڈ بجانے والا کسی کی آزادی کے لیے کیا آواز اٹھائے گا۔

پاکستانی اور عالمی دانشور بار بار بلا امتیاز آپریشن کر کے دہشت گردوں کا مکمل صفایا کرنے کا مشورہ دیتے رہے مگر ضرب العضب اور ردالفساد جیسے طویل عرصہ تک جاری رہنے والے آپریشن صرف چند علاقوں اور چند گروہوں تک محدود رہنے کی وجہ سے دور رس نتائج کے حامل نہ ہو سکے۔اب پاکستان کے اتحادی دوست امریکہ کے صدر کی طرف سے کی گئی سال نو کے پہلے دن ایک ٹوئٹ نے پاکستان کے کرتا دھرتاؤں کی

نیندیں حرام کردی ہیں۔امریکی صدر نے کہاہے کہ''امریکہ نے گزشتہ پندرہ برس میں احمقوں کی طرح پاکستان کو۳۳ ارب ڈالرامداد کی مد میں دیے اورانہوں نے ہمیں جھوٹ اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں دیا۔پاکستان نے ہمارے حکمرانوں کو بے وقوف سمجھا،جن دہشت گردوں کو ہم افغانستان میں ڈھونڈتے رہے، پاکستان نے انہیں محفوظ پناہ گاہیں دیں اور ہماری بہت کم معاونت کی،لیکن اب مزید نہیں۔''اورصدرٹرمپ کے مشیر برائے قومی سلامتی سابق جنرل ایچ آر مک ماسٹر کا کہنا ہے کہ''دہشت گردی پاکستان کی خارجہ پالیسی کا حصہ ہےاوراسلام آباد بعض دہشت گرد گروہوں کواپنی خارجہ پالیسی کے جزو کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔پاکستان طالبان اورحقانی نیٹ ورک کی قیادت کومحفوظ ٹھکانے اور مدد فراہم کر کے اپنے ہی عوام کے مفادات کے خلاف جا رہا ہے۔یہ گروہ افغانستان کے علاوہ پاکستان کے علاقوں میں بھی تباہی پھیلاتے ہیں۔ہمارے تعلقات مزید تضادات کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔''اور وائٹ ہاؤس کی ترجمان سارا سینڈرز کا کہنا ہے کہ ۲۵۵ ملین ڈالر(پچیس کروڑ پچاس لاکھ ڈالر) یعنی ۲۸ ارب روپے کی فوجی امداد پاکستان کونہیں دی جائے گی۔''فوجی ساز وسامان کی مد میں دی جانے والی ۹۰۰ملین ڈالرکی امدادبھی روک دی ہے۔اگرواقعی پاکستان طالبان اورحقانی نیٹ ورک سے الفت رکھتاہےتواسے شدیدصدمہ پہنچ سکتاہے۔

رستہ مرا تضاد کی تصویر ہو گیا　　دریا بھی بہہ رہا تھا جہاں پر سراب تھا

ان سب بیانیوں کے منظرعام ہونے کے بعد جو بیانات،فوجیوں،سیاسی و مذہبی لیڈروں اورعوام نے دیے ہیں،وہ نہایت جذباتی،سطحی اور تضادات کا مجموعہ ہیں۔متذکرہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے امریکہ کے لیے جنگ لڑی۔بالکل جھوٹ بات ہے،ڈالروں کے لیےلڑی جانے والی جنگ کوامریکہ کی جنگ نہیں کہہ سکتے۔ہمارے لیڈروں نے اپنے ذاتی مفادات کے لیےاس جنگ میں کم وبیش ایک لاکھ فوجیوں اورشہریوں کی جان لی ہے۔اس جنگ کا فائدہ اٹھانے والےان شہیدوں کے خاندان قطعاً نہیں ہیں،اس جنگ کا فائدہ اٹھانے والے وہ فوجی،سیاسی و مذہبی لیڈر ہیں جواربوں ڈالر کے مالک بن کرشاہانہ زندگی گزارتے ہیں۔جبکہ پاکستان صحت اورتعلیم کے شعبے میں ۱۴۴ممالک کی فہرست میں بدترین سطح پر ہے۔جبکہ صرف نوازشریف کی حکومت نے ساڑھے چارسال میں ۱۸بلین ڈالر کےقرضے لیے۔یہ لیڈروں کی بیان بازی حقیقت کونہیں جھٹلاسکتی۔نوازشریف دور میں ۱۸بلین کے نئے قرضےاورامریکہ کی طرف سے ملنے والی فوجی امداد ۱۰بلین ڈالر،تقریباً تیس بلین ڈالرکہاں خرچ کردیے کیا کوئی بتائے گا۔گزشتہ دنوں عالمی بینک نے کسانوں کی بہتری کے لیےتیس کروڑ ڈالردیے۔اورعجیب بات یہ ہے کہ اس رقم کے مل جانے کے بعدبھی کسان اپنی حق تلفی پرسراپا احتجاج ہیں۔تقریباً ہرعوامی مشکلات کے ازالہ کے لیے عالمی برادری پاکستان کوامداد دیتی ہے۔ پاکستانی حکومت ہرعوام دشمن برائی ختم کرنے کے لیے عالمی برادری سے امدادلیتی ہے،برائی وہیں رہتی ہے،رقم نجانے کون کھاجاتا ہے۔

اے میری قوم کے لوگو!اگرتم نے امریکہ سےلڑنا ہے یااس کے ساتھ عزت سے بیٹھنا ہےتوتمہیں چاہیے کہ اپنے لیڈروں سے کم ازکم گزشتہ ۱۵ برس میں ملنے والے ۶۵بلین ڈالر جو چندسویاہزارلوگوں کے لیےنہیں تھے،عوام کے لیے تھے،کا حساب لیں۔ان کی جذباتی باتوں پرسر ہلانے کی بجائے،ان سے حساب لیں۔ٹرمپ نے کہاہے کہ پاکستانی لیڈروں نے جھوٹ بولا ہےاوردھوکا دیاہے۔میرے عزیزہم وطنو!کیا آپ کسی بھی لیڈر کے متعلق کہہ سکتے ہیں جونہ جھوٹا ہواورنہ دھوکے باز ہو۔ہمارااولین دشمن امریکہ تبھی سمجھا جائے گا جب ہمارے لیڈر سچے اورایماندار ہوں۔ہم نے تاریخ سے یہی سیکھا ہے کہ عزت ووقاراسی قوم کا مقدر ہوتا ہےجس کے لیڈر سچے اورایماندار اورغیرت والے ہوتے ہیں۔کچھ لوگ کہتے ہیں صدرٹرمپ پاگل ہے۔عجیب پاگل ہے جولٹے پٹےسعودی عرب سے ہزاروں ملین ڈالرلے گیابدلہ میں قطراورسعودیہ کودشمن بنا گیا۔یہ ویسا ہی پاگل جس طرح کے پاگل پاکستان کے ہرعلاقے میں موجود ہیں جواپنے ہاریوں،مزارعوں،مزدوروں اور دوسرے دست نگر

لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو امریکہ، اپنے کمزور اور دست نگر ساتھیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اور یہ طاقت کا سب سے مزیدار پہلو ہے۔ اور یہ پہلو تاریخی ہے۔ پاکستان کے وہ لیڈران کرام جنہوں نے ہمیشہ ڈالروں کے حصول کے لیے ہر قسم کی عزت اور غیرت سے آزاد ہو کر امریکہ کی ہر جائز و ناجائز مطالبات کو کسی چوہدری کے کمی کمین کا کردار بن کر پورا کیا ہے۔ آج یہ لیڈران امریکہ کی طرف سے لگنے والی پابندیوں کا نہ صرف مذاق اڑا رہے ہیں بلکہ عوام کو ان کے خلاف لڑائی کے لیے بھڑکا بھی رہے ہیں۔ حالانکہ عوام کے نام پر ملنے والی امداد بھی عوام کی بجائے ان لیڈران کی جیبوں میں ہی جاتی ہے۔ عوام کو ان وطن فروش لیڈروں کو گریبانوں سے پکڑ کر اقتدار سے علیحدہ کرنا ہوگا۔

پاکستان میں کسی کو بھی فوج سے یہ پوچھنے کی جرآت نہیں ہے کہ سات لاکھ کی فوج کو اس بات کی کس نے اجازت دی ہے کہ دہشت گردوں کو فوجی تربیت دے کر انہیں استعمال کرے۔ کسی بھی ملک کی فوج، ٹولیوں اور گروہوں کو تربیت دے کر ان سے فوجی کاروائیاں نہیں کرواتی۔ پرویز مشرف حافظ سعید کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے، کہتے ہیں ان کی قوم کے لیے بڑی خدمات ہیں۔ آئی ایس آئی ہر اچھے برے مذہبی یا سیاسی یا کسی بھی دوسرے طبقہ سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیت کے متعلق ہر قسم کی معلومات رکھتی ہے، ان معلومات کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کو دینے کی بجائے، ان شخصیات کو بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اب امریکہ کا مطالبہ ہے کہ حقانی نیٹ ورک اور طالبان کے خلاف بھرپور آپریشن کیا جائے۔ فوج کے ان کے خلاف آپریشن سے گریز کی وجہ بھی ان سے ان کے پرانے تعلقات ہی ہیں۔ ضرب العضب اور ردالفساد کی ناکامی کی وجہ بھی فوج کا یہی گریز کرنا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ فوج کے چہرے سے سفاکی کا نقاب اتر رہا ہے۔ عاصمہ جہانگیر صاحبہ نے سچ کہا ہے کہ پاکستان صرف فوجیوں ہی کا ملک نہیں بلکہ ۲۱ کروڑ عوام کا بھی ہے۔ یحیٰی خان سے قمر باجوہ تک فوج نے من مرضی کے فیصلے کر کے لاکھوں فوجی و غیر فوجیوں کا لہو بہا لیا ہے اب فوج کو بلا امتیاز وطن دشمن کرپٹ اور دہشت گرد عناصر کا خاتمہ کر کے اپنی عوام دوستی کو ثابت کرنا ہو گا۔ اگر اب بھی ایسا نہ کیا گیا تو پاکستان میں اتنا لہو بہہ سکتا ہے کہ تاریخ کے ورقوں سے بھی لہو ٹپکے گا۔ ہمارے ایٹمی اثاثے بھی وہی لے اُڑیں گے جن کی دولت سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یاد رکھیں عراق و لیبیا کا واقع تماشا نہیں تھا، خونی کھیل تھا۔ اللہ وطن عزیز پر رحم کرے۔ آمین۔

چُپ رہوں تو غدّار وطن کا سچ کہوں تو جرم　　　کھیل سیاست کے ہیں یہ لاشیں یہ جلتی بستیاں

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔ پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تا کہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔ اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔ سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔ آپ کے کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر غور بھی کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ (ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل)

''ہماری تباہی کا سبب''

مولانا محمد علی جوہرؔ مسلمانوں کی تباہی کا سب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اسلام سے میں جس قدر واقف ہوا اس نے مجھے یقین دلا دیا کہ ہماری تباہی کا سبب یہ نہیں ہے کہ ہم اسلام کے سچے پیرو ہیں اور یورپ کا اتباع نہیں کرتے۔ بلکہ اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ ہم حقیقی اسلام سے دور جا پڑے ہیں اور اس پر عامل نہیں ہیں۔ اور یورپ پھر بھی بعض چیزوں میں حقیقی اسلام کا اتباع کر رہا ہے۔ جوں جوں میں اسلام کی حقیقت سے اور زیادہ واقف ہوتا گیا، میرا یہ گمان درجہ یقین تک پہنچتا گیا اور اب تو میں اپنی زندگی کو اس مشن کے لیے وقف کر چکا ہوں کہ پہلے خود مسلمان بنوں اور پھر اور مسلمانوں کو مسلمان بناؤں اور بالآخر چار دانگ عالم میں نورِ اسلام پہنچاؤں۔ ہم مسلمان وہی غلطی کر رہے ہیں جس کے باعث کفار تباہ حال ہوئے یعنی ہم نے انسانی زندگی کے دو ٹکڑے کر ڈالے اور جسم کو روح سے اور روح کو جسم سے الگ کر کے اپنے اوپر موت کی سی کیفیت طاری کر دی۔ ہم نے دین اور دنیا میں تفریق کر دی حالانکہ دین، دنیا کے صحیح طور پر برتنے ہی کا نام ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

علماء نے اپنے اور بادشاہوں کے لیے اجارہ داریوں کو قبول کر کے ہم کو حقیقی اسلام سے بہت دور پھینک دیا ہے۔ اور بادشاہت اور پاپائیت کے دو بت جو ہبل اور لات وعزّیٰ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ساری دنیا میں معہ دنیائے اسلام کے آج بھی پوجے جا رہے ہیں۔ ان بتوں کو توڑنا ہمارا پہلا فرض ہے۔ اور ہمارے دنیاداروں کو دین دار اور دینداروں کو دنیا دار بننا پڑے گا۔ لیکن حقیقی طور پر دنیا دار اور دین دار اس لیے کہ مصنوعی طور پر تو اکثر دنیادار دین دار بنتے ہیں اور اکثر دین دار بدترین قسم کے دنیا دار ہوتے ہیں۔'' (مولانا محمد علی جوہر کے یورپ کے سفر۔ خودنوشت صفحہ ۸۹،۹۰)

مسجد کے صحن میں

شام کو واپس آتے وقت میں نے مسجد میں دیکھا کہ ٹھیکیدار صاحب بھی مغرب کی نماز کے انتظار میں مسجد کے صحن میں کھڑے ہیں۔ یہ جو گھپلے کرتے ہیں فرشتوں کو بھی علم نہیں۔ ساتھ ہی واپڈا والے فقیر گل کھڑے تھے غرض ہر فن کا رواں موجود تھا۔ رشوت خور آفیسر، ناجائز منافع خور تاجر، ملاوٹیے اور ذخیرہ اندوز جن کے ماتھوں پر سجدوں سے گھٹے پڑ گئے تھے، سارے کے سارے موجود تھے، یعنی بُرائی اور صلوٰۃ یکجا تھی۔ (حقائق اور افسانے از حسین امیر فرہاد صفحہ ۳۵)

معزز قارئین پیشوا انٹرنیشنل کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔

نہ کوئی رنج کا لمحہ کسی کے پاس آئے　　　خدا کرے کہ نیا سال سب کو راس آئے

ابن رشد۔ یورپ میں حقوق نسواں کا پہلا علمبردار

تحریر: زکریا ورک، کینیڈا

ابوولید محمد ابن رشد کی ولادت باسعادت قرطبہ کے معزز، معروف اور فقہاء کے خاندان میں ۱۱۲۶ء میں ہوئی تھی۔ آپ آزادی نسواں کے یورپ میں پہلے علمبردار تھے۔ عہد وسطیٰ کے یورپ کو آپ کے آئیڈیاز نے زبردست رنگ میں متاثر کیا۔ مثلاً یورپ میں تیرھویں صدی میں لوگ خیال کرتے تھے کہ موت کے بعد روح قبر کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہے یا جہنم کے عذاب میں ڈال دی جاتی۔ ابن رشد کا نظریہ تھا کہ روح مادے سے الگ جوہر ہے جس پر جسمانی نہیں بلکہ روحانی عذاب نازل ہوتا ہے۔ یوں لوگوں نے رفتہ رفتہ قبول کرلیا کہ روح مادی چیز نہیں بلکہ روحانی چیز ہے۔ روح ابدی ہے جو موت کے بعد ایسے جسم میں داخل ہوگی جو پہلے دنیوی جسم سے مشابہ ہوگا۔ جو جسم ایک بار فنا ہوجائے وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا۔

وہ مسلمان سائنسدان اور دانش ور (الفارابی، ابن سینا، ابن الہیثم، ابن باجہ) جنہوں نے اسلامی روایات اور یونانی فکر کو منطبق کرنے کی کوشش کی ان میں سے آپ آخری دانشور تھے۔ آپ موطا امام مالک کے حافظ تھے۔

ابن رشد فنا فی العلم تھے۔ حصول علم کا شوق دل میں شعلے کی مانند فروزاں رہتا تھا۔ ساری عمر کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ جس طرح البیرونی کہتے تھے کہ ان کی تصنیف کردہ کتابیں ان کے بچوں کی مانند ہیں کچھ یہی حال ابن رشد کا تھا۔ رات کے وقت جب سونے کا وقت ہوتا ان کے ہاتھ میں کتاب ہوتی تھی۔ ۱۹۹۹ء میں راقم الحروف نے قرطبہ کی سیاحت کے دوران ان کا مجسمہ یہودیوں کے محلے میں دیکھا تھا جس میں انہوں ہاتھ میں کتاب تھامی ہوئی ہے۔ کتاب الدیباج الذھب کے مصنف انصاری کا کہنا ہے کہ ابن رشد پر زندگی میں دو راتیں ایسی آئیں جب وہ مطالعہ سے محروم رہے۔ ایک رات جب ان کے والد محترم کی رحلت ہوئی اور دوسری رات جب ان کی شادی ہوئی تھی۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں حقوق نسواں اور آزادی نسواں کا ہر طرف چرچا ہے، خاص طور پر یورپ و امریکہ میں ویمنز لب پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس ضمن میں یہ تسلیم کرنے میں مفر نہیں کہ اس تحریک نے خواتین کیلئے حقوق اور آزادی کی جو جنگ لڑی ہے وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے حقوق نسواں کے آئیڈیا نے کہاں جنم لیا تھا؟ اس آئیڈیا کو پیش کرنے والا کون تھا؟ ہمارے نزدیک یورپ میں حقوق نسواں کا سب سے پہلا علم بردار ابن رشد قرطبی تھا۔ افلاطون کی کتاب الجمہوریہ (جوامع سیاسۃ افلاطون) کی شرح متوسط میں ابن رشد نے فرمایا عورتیں تمام معاملات میں مردوں کے مساوی ہیں۔ تسلیم کہ وہ فطری طور پر کمزور اور نازک اندام ہوتی ہیں۔ امن اور جنگ میں مردوں اور عورتوں کی قابلیتیں ایک جیسی ہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر انہوں نے بربر، افریقن، یونانی اور عرب جنگجو عورتوں کی مثال پیش کی۔ انہوں مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے معاشرے میں عورتوں کا مقام افلاطون کی جمہوریت میں دئے گئے شہری مساوات کے برابر کا نہیں ہے۔ عورتوں کو بچے جنم دینے، دودھ پلانے اور ان کی پرورش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو کہ ملک کی اقتصادیات کیلئے منفی اثرات کا حامل نیز ریاست کی غربت کا اصل سبب ہے۔ ابن رشد کے نزدیک عورتوں میں فلاسفر بن سکتیں اور حکمراں ہوسکتی ہیں۔ البتہ عورت نماز میں مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی ہاں عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔ ابن رشد نے مزید کہا کہ ہمارے معاشرے کو بہتر سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ہماری سوسائٹی میں عورتوں کو ہنر اجاگر کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ بچوں کو جنم دینا اور ان کی نگہداشت کرنا ان کا مقدر بن چکا ہے۔

اس غلامی کی حالت (یا ذہنیت) نے ان میں بڑے کام کرنے کی اہلیت سلب کردی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی عورت ایسی نہیں جس میں پر از حکمت خوبیاں ودیعت کی گئی ہوں۔ وہ جڑی بوٹیوں کی طرح بے سود زندگیاں گزارتی ہیں۔ اپنے شوہروں کیلئے انہوں نے خود کو غلام بنا رکھا ہے۔ اس سے وہ زبوں حالی جنم لیتی جو ہمارے شہروں میں عام ہے کیونکہ عورتیں مردوں سے دوگنا سے زیادہ ہیں لیکن ضروریات زندگی وہ اپنی محنت مزدوری سے پوری نہیں کرسکتیں"۔

برطانوی مصنف طارق علی ہمارے اس نقطہ نظر کی تائید میں ابن رشد کی زندگی کے اس پہلو کے متعلق لکھتے ہیں:۔

The first Muslim philosopher to give serious thought to the structural defects of Islam in relation to women was ibn Rushd from Cordova. often denounced as a zindiq (heretic) he never retracted on the women question. His open thinking predated the invention of Europe , and therefore did not come from but, in time would go to Europe that was created by the renaissance. Ibn Rushd argued that 500 years of segregation had reduced the status of women to that of vegetables. (Tariq Ali, The Clashes of Fundamentalism, 2002, page 62)

ترجمہ: پہلا مسلمان فلاسفر جس نے سنجیدگی سے عورتوں کے متعلق اسلام کے نقص کو بیان کیا وہ قرطبہ کا ابن رشد تھا۔ اس کو اکثر زندیق کہہ کر مزمت کی گئی لیکن عورتوں کے متعلق وہ اپنا نقطہ نظر سے کبھی بھی باز گردنہ ہوا۔ اس کی فکر یورپ سے بہت پہلے کی تھی اور اسلئے یہ آزادی فکر کی تحریک یورپ سے نہیں آئی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ یورپ پہنچی جو نشاۃ ثانیہ سے وجود میں آیا تھا۔ ابن رشد نے دلیل دی کہ پانچ سو سال کی علیحدگی نے عورت کا مقام محض ترکاری تک محدود کردیا تھا۔

اندلس کے معاشرے میں عورت مرد کی جائیداد تصور کی جاتی تھی۔ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرسکتا اور جب چاہے طلاق دے سکتا تھا۔ عورت کیلئے خلع لینا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ عورتوں میں علمی کام کرنے کی استعداد مفقود ہو چکی تھی۔ کوئی عورت فقیہ، قاضی، استاد، مصنف یا حکمراں کہیں ڈھونڈے سے بھی ملتی نہ تھی۔ ابن رشد نے حقوق نسواں اور آزادی نسواں کا علم ایک ہزار سال قبل بلند کیا تھا۔ جس وقت حکومت، عدلیہ، انتظامیہ میں مرد ہی مرد تھے۔ خلیفہ گویا مطلق العنان حکمراں تھا۔ آمریت اور فسطائیت کا دور دورہ تھا۔ حقوق نسواں کی بات کر کے ابن رشد نے فریڈم آف سپیچ (آزادی فکر) کا اعلان اور جرات رندانہ کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اپنے دور میں رہتے ہوئے ایک ہزار سال وقت سے آگے تھے۔

عورت اور موسیقی میں تعلق

عورت اور موسیقی میں تعلق عورتوں کے بارے میں ابن رشد کے آئیڈیاز ان کی کتاب بدایۃ المجتہد اور افلاطون کی کتاب سیاست کی شرح میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً تلخیص السیاسۃ لافلاطون (بیروت 1998ء) میں وہ افلاطون کا نام لئے بغیر ایسی باتیں کہتے جن کو ان سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ تاھم انہوں نے افلاطون کے تمام نظریات سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ درج ذیل اقتباس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک عورتیں ہی موسیقی کو سمجھ سکتیں اور اس کا بہتر مصرف پیدا کرسکتیں۔ عورتوں میں نا صرف شاندار موسیقار بھی پیدا ہو سکتی ہیں بلکہ عورتوں میں موسیقی کو سمجھنے کی بہتر صلاحیت موجود ہے۔ کتاب میں صفحہ 96، باب 14 میں وہ عورت اور موسیقی میں مشابہت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

''جہاں تک سر تال یا آہنگ کا تعلق ہے بہتر ہے کہ اس کو عورتوں اور دوسرے عوام سے منتخب کیا جائے اور اس سر تال کو روح میں جوش ولولہ کو مزید تقویت دینے میں استعمال کیا جائے۔ اگرچہ یہ سر تال افلاطون کے دور میں معین ہو چکے تھے، تاھم لازمی ہے کہ ہم ان کی تلاش اپنے دور میں بھی کریں۔''

"Concerning rhythm it is appropriate to choose that which is selected from women that thythm to and other people, and use enhance the courage of the soul. And even

if those rhythms are more defined in Plato's time,it is however,important that we search for it in our time."(section 14, page 96)

پھر تلخیص کے باب 26 صفحہ 123 میں وہ کسی معاشرے میں نیکیوں کے اقسام بیان کرنے کے بعد وہ زعماء کے مقام، نیز یہ کہ آیا شہر کے اکابرین اپنی عورتوں کی ایسی مخصوص کمیونٹی ہونی چاہیے جن میں سے وہ بچے پیدا کرسکیں، ابن رشد اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"اگر ہم اکابرین کی کوالٹی کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں ان بچوں کی ولادت کے ذریعہ جوان سے مشابہت رکھتے ہیں، تو ایسا کرنا محال ہوگا کہ وہ بالفعل ان بچوں کو ہر کس و ناقص عورت سے حاصل کرلیں۔ اس کے برعکس ان کو صرف ایسی عورتوں سے شادی رچانی چاہیے جو قابلیت میں ان جیسی ہوں، اور ان کی پرورش ان کے جیسے ماحول میں ہوئی ہو۔ اس کا اطلاق صرف علی الخصوص اکابرین پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ریاست کے تمام عوام الناس پر ہوتا ہے"۔

اسکے بعد ابن رشد عورتوں کے قابلیت کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ وہ عورتوں کی قابلیت کو مردوں کی قابلیت کے مساوی قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت جنگ میں حصہ لے سکتی، عدالت میں فیصلے دے سکتی، حکومت کی سربراہ ہوسکتی ہے۔

ابن رشد کی تصنیف بدایة المجتهد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا کہ ان کے تمام عدالتی فیصلے، تجزئے اور فتاویٰ جمہور العلماء (اسلامک سکالرز) سے متفق الرائے تھے۔ لیکن ایسے فیصلے جن کا تعلق عورتوں سے تھا ان میں ماڈریشن پائی جاتی ہے۔ فیصلہ دیتے ہوئے وہ کسی بھی موضوع پر تمام آراء کو پیش کرتے لیکن آخری الفاظ میں وہ دلائل بھی دے دیتے۔ ابن رشد کو سیاست سے کوئی لگاؤ نہیں تھا ان کا اصل مشن تو فلسفہ تھا۔ افلاطون کی کتاب ری پبلک کی تلخیص میں افلاطون کے نظریات کیساتھ انہوں نے اپنے سیاسی خیالات پیش کئے تھے۔ دراصل اس تلخیص کے ذریعہ انہوں نے اس دور کے اسلامی معاشرے میں پائے جانیوالے مسائل سے اتفاق یا ان سے اختلاف رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس شرح میں ان کو موقعہ مل گیا کہ وہ غیر اسلامی نقطہ ہائے نظر کو بھی افلاطون کے نظریات پیش کرتے ہوئے بیان کرسکے۔

عورت الغزالی کی نظر میں ارسطو اور غزالی کے نقطہ نظر کے مطابق مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ ارسطو اور ابوحمید الغزالی کی نگاہ میں عورت کا معاشرے میں سب اچھا کردار بچوں کی نگہداشت کرنا ہے، اور یہ کہ گھر کے کام کاج کیلئے عورت ہی زیادہ موزوں ہے۔ ارسطو نے اس لحاظ سے عورت کو مثبت رول دیا تھا جبکہ الغزالی کے نزدیک یہ رول منفی تھا۔ حجۃ الاسلام کے نزدیک عورت مرد کے ماتحت ہوتی، ان کے نزدیک شادی کے بعد عورت مرد کی غلام ہو جاتی ہے۔ ارسطو کے نزدیک ایک اچھے خاندان کی بنیاد عورت ہوتی ہے۔ جبکہ غزالی کے خیال میں گھرانے میں صرف ایک ماسٹر ہوسکتا اور تابعدار بیوی۔ امام غزالی کے نزدیک عورت کیلئے تعلیم بے سود تھی اسلئے گھر سے باہر عورت کے مفروضہ کام یا کسی پروفیشن کو اپنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غزالی اپنی تالیف نصیحة الملوك میں فرماتے ہیں:۔

''جب تک کوئی عورت خدا کے احکامات پر عمل کرتی اور اپنے شوہر کی تابعدار ہوتی، وہ چرخے کو ہاتھ میں پکڑتی اور چلاتی، یہ ایسا ہے جیسے وہ اللہ کے اسماء حسنیٰ کا ورد کر رہی ہو، نماز میں شامل ہو رہی ہو اور غیر مسلموں کے خلاف جدال میں مصروف ہو۔ جب تک کوئی عورت چرخہ کاتتی رہتی گویا اس کے گناہ دھودئے گئے۔ چرخہ کاتنا عورت کیلئے جائے پناہ اور محفوظ مقام ہے۔ تین قسم کی صدائیں اللہ کے عرش تک پہنچتی ہیں۔ (۱) کافروں کے خلاف تیر کمان تیار کرنے کی صدا (۲) عالم کے قلم کی صدا (۳) نیک عورتوں کے چرخہ کاتنے کی صدا۔''

Nasihatul Maluk, pp 158-173 Eng. Trans.

نصیحتہ الملوك کے آخری باب ہفتم **'عورتوں کے اچھے اور برے پہلو'** (فارسی: اندر صفت زنان وخیر وشر ایشان) میں غزالی تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کی اکثریت عورتوں پر انحصار کرتی کیونکہ وہ اولاد جنم دیتی ہیں، نسل انسانی ان سے چلتی ہے۔ لیکن یہ مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رفیق حیات کے انتخاب اور بیٹیوں کو شادی میں دیتے وقت تحفظ کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھیں۔ بادشاہ کو نصائح کرتے ہوئے وہ عورتوں کی تشبیہ کے ذریعہ اخلاق اور کردار سازی کے

ابو ولید محمد ابن رشد

معاملات کی وضاحت کرتے جیسے بخیلی، بددلی، غصے میں آجانا، اور عورتوں کی شہوت بازی۔ کتاب کے شروع میں وہ مردوں کو عورتوں سے متعلق تنبیہ کرتے اور ضرر ونقصان جو ان کے ذریعہ پہنچ سکتا۔ منفی اوصاف کی مثالیں دیتے ہوئے وہ بادشاہ کو نصیحت کرتے کہ اگر وہ ان اوصاف کا حامل ہوگا تو اسکا رویہ عورتوں کی طرح ہوگا۔

فارسی: خداوند کتاب گوید کہ آبادانی جہان ونسل آدمی از زنان است۔ و آبادانی ھرگز بی رای و تدبیر راست نیاید، و گفتہ اند کہ شاورھن و خالفوھن ۔ وواجب است ہر مردم دانا وھشیار کہ احتیاط کند در کار زن خواستن و دختر بہ شوھر دان، خاصہ کہ دختر رسیدہ گشت تا بہ عار وعیب و درد سر نیفتد۔ (نصیحۃ الملوک، تہران 1978ء، چاپ اول جامی، صفحات 222-219)

اسی کتاب کے صفحہ 227 پر یہ تحریر پڑھیے اور شرم سے سر جھکا دیجیے: آپ لکھتے ہیں:۔

’’عورتوں میں دس جانوروں کے مزاج اور صفات ہوتے ہیں جیسے سؤر، سگ، چوہے، عقرب، فاختہ، بھیڑیا اور بھیڑ۔‘‘ (فارسی: چون خوک، چون کپی، چون سگ، چونمار، چون استر، چون کژدم، چون موش، چون کبوتر، چون روباہ، چون گوسفند)۔

عربی میں لکھی کتاب کسر الشھواتین (دو خواہشوں کا توڑنا) میں صفحہ 12 پر لکھتے ہیں:۔

’’عورتیں شیطان کا پھندہ ہیں، اگر (مرد) میں یہ جنسی خواہش نہ ہوتی تو عورتیں مردوں پر کبھی بھی حکمرانی نہ حاصل کر سکتیں۔‘‘

قارئین کرام! عالم اسلام کے ان دیوقامت سکالرز کے خیالات کا آپ نے موازنہ اور قدرے جائزہ دیکھ لیا۔ غزالی کے خیالات اسلامی دنیا میں زیادہ مقبول ہوئے مگر ابن رشد کے خیالات کو کسی نے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ ہاں یورپ والوں نے اس کی اہمیت کو سمجھا اور تسلیم کر کے ان کو اپنانا شروع کر دیا۔ اسلامی دنیا میں آج عورتوں کی حالت پر رونا آتا ہے۔ عراق میں داعش کے داعی جس قدر بھیانک طریق سے شیعہ اور یزیدی عورتوں سے وحشیانہ جنسی سلوک کر رہے ہیں انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ جی کرتا ہے زمین پھٹ جائے اور انسان اس کے اندر گر جائے۔

کاش کہ ہم نے اسلامی دنیا میں ابن رشد کے خیالات اور نظریات کو زیادہ وقعت دی ہوتی تو ہم بھی فخر سے کہہ سکتے کہ ہماری عورتیں بھی خلاء کی تسخیر میں حصہ لے رہی ہیں، ان میں سائنسدان ہیں، ان میں پائلٹ ہیں، ان میں تمام قسم کی صلاحتیں موجود ہیں۔ ان میں وہ تمام روحانی اور دانشی صلاحتیں ہیں جو تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔

کتابیات

۱۔ زکریا ورک، سوانح ابن رشد، پبلشر شعیب عادل، نیا زمانہ پبلی کیشنز لاہور۔

۲۔ امام محمد غزالی، نصیحۃ الملوک، انتشارات جامی، خیابان دانشگاہ، خیابان شہید نظری تہران ۱۳۸۹ ہجری (1978)

۳۔ نادیہ ہر ہراش Nadia Harhash انٹرنیٹ پر مضمون "ابن رشد ویوز آن ویمن"۔

ابو حامد محمد ابن محمد الغزالی ۱۰۵۸ء تا ۱۱۱۱ء

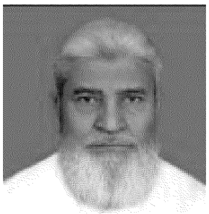

میرافسر امان
کنوینر کالمسٹ کونسل آف پاکستان

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں۔۔۔

مشرقی اُفق

جب اللہ کی پکڑ آتی ہے تو تکبر میں مبتلا حکمرانوں کی سب تدبیریں اُلٹی اُن پر پڑتیں ہیں۔یہی معاملہ کچھ نااہل نواز شریف صاحب سے بھی ہو رہا ہے۔ہم برسوں سے اپنے کالموں میں لکھتے آئے ہیں کہ پاکستان مثل مدینہ ریاست اللہ تعالیٰ کی طرف سے برصغیر کے مسلمانوں کو اس بات پر تحفہ ہے جو انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران اپنے اللہ کے سامنے کیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ’’لا الہ الا اللہ‘‘۔پاکستان کی تحریک کیا تھی، ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک کش مکش تھی۔جس کو قائداعظمؒ نے دنیا کے سامنے اس طرح رکھا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ مذہب کے ماننے والے ہیں۔بانیِ پاکستان قائداعظمؒ نے دو قومی نظریہ پر پرامن اور دلیل کی بنیاد پاکستان حاصل کیا تھا۔قائداعظمؒ نے ۲۳؍مارچ ۱۹۴۰ءلاہور میں ہی میں فرمایا تھا’’ہم مسلمان ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہیں۔ہمارا کلچر، ہماری ثقافت، ہماری تاریخ، ہمارا کھانا پینا اور ہمارا معاشرہ سب کچھ ان سے یکسر مختلف ہے‘‘دوسری طرف اپنے آپ کو اعلانیہ سیکولر کہنے والے نا اہل وزیر اعظم نواز شریف نے دو قومی نظریہ کی مخالفت کر کے لاہور ۱۳؍اگست ۲۰۱۱ء میں فرماتے ہیں’’ہم ہندو مسلمان ایک ہی قوم ہیں۔ہمارا ایک ہی کلچر ہے۔ایک ہی ثقافت ہے۔ہم کھانا بھی ایک جیسا کھاتے ہیں۔صرف درمیان میں ایک سرحد کی لکیر ہے‘‘مذہبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اللہ کے مقابلے میں کھلی کھلی بغاوت ہے۔قائداعظمؒ کی مسلم لیگ جو پاکستان کی بانی ہے اس کا نمائندہ ہوتے ہوئے۔مسلم لیگ کی پالیسیوں کے خلاف رویہ اختیار کیا گیا اور اپنے آپ کو سیکولر کہا۔جن ہندوؤں سے لڑ کر اللہ کے نام پر جمہوری طریقے سے پاکستان حاصل کیا گیا۔جنہوں نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔جن کا دہشت گرد وزیر اعظم کھل کر بنگلہ دیش کی زمین پر کہتا ہے کہ پاکستان کو ہم نے توڑا۔جو اپنے یوم جمہوریہ پر کہتا ہے کہ بلوچستان اور گلگتسے مجھے مدد کے لیے فون کال آ رہی ہیں۔جس کا حاضر سروس فوجی کلبھوشن جاسوس پاکستان میں دہشت گرد کارروائیوں کو اپنے ویڈیو اسٹیٹمنٹ میں تسلیم کر رہا ہے۔جس نے پاک چین اقتصادی رہداری جو پاکستان کی اقتصادیات میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے،کو سبوتاژ کرنے کے لیے اعلانیہ فنڈ مختص کیے ہیں۔جس ملک کا وزیر داخلہ کہتا ہے کہ پہلے پاکستان کے دو ٹکڑے کیے تھے اب پاکستان کے دس ٹکڑے کریں گے۔جو پاکستان میں دہشت گرد کارروائیاں کر رہا ہے۔اُس ازلی دشمن بھارت سے دوستی کی تدبیریں کی گئیں کہ وہ نواز شریف تیری مدد کرے گا۔مثل مدینہ پاکستان کے ازلی دشمن سے دوستی کی تدبیر نواز شریف پر اُلٹی پڑی اور وہ اقتدار سے الگ کر دیے گیے۔۔۔ملک کی بہادر فوج اور عدلیہ کے خلاف محاذ کھڑا کیا۔اللہ نے اپنی تدبیر سے نواز شریف کے ہاتھوں ختم نبوت کا مسئلہ کھڑا کر دیا اور پوری پاکستانی قوم ختم نبوت کے معاملے میں نواز شریف کے خلاف ہوگئی۔۔۔ساری دنیا کہتی ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کی کرپشن کی وجہ سے ترقی نہیں کر رہا۔حسن اتفاق کہ دنیا کے نامور صحافیوں نے ٹیکس چوروں کی آف شور کمپنیاں پکڑیں۔ان آف شور کمپنیوں میں نا اہل وزیر اعظم کے بیٹوں کا بھی نام آیا۔نواز شریف نے کو اس کو دبانے کے لیے عدلیہ کو خط لکھنے کی تدبیر اختیار کی۔اس کے دماغ میں یہ تھا کہ پرانے قانون کے مطابق تو ساری عمر یہ فیصلہ نہ ہو سکے گا اور اس کے خاندان کی جان چھوٹ جائے گی۔مگر یہ تدبیر اُلٹی نواز شریف کے خلاف گئی۔عدالت نے واپس جواب دیا کہ نئے ٹو او آر بنائے جائیں تو عدالت اس کیس کا فیصلہ کرے گی۔اللہ کا کرنا کہ نواز شریف جس عدالت کو اُلجھا کر معاملے کو طویل دینا چاہتا تھا اسی عدالت کے پہلے فیصلہ میں دو ججوں نے نا اہل قرار دیا اور تین ججوں نے جے آئی ٹی بنانے کا فیصلہ دیا۔جس پر نواز شریف نے اپنی ایک اور تدبیر کی اور فیصلے پر خوشیاں منائیں اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔جشن منایا کہ تین ججوں نے تو نا اہل قرار نہیں دیا۔جے آئی ٹی نے نہایت

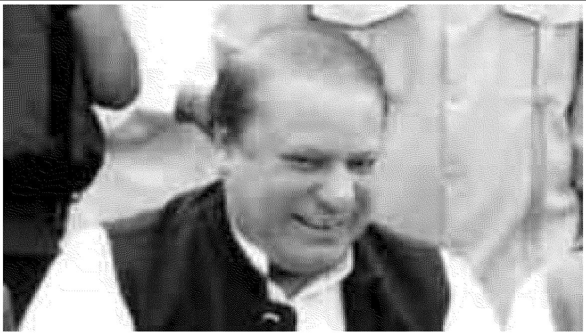

ایمانداری سے کورٹ کے دی ہوئی مدت میں تحقیق مکمل کی۔ جے آئی ٹی کی تحقیق کی روشنی میں کورٹ کے پانچ ججوں نے نواز شریف کو نااہل قرار دے دیا۔اس طرح مٹھایوں اور جشن کی تدبیر اُلٹی پڑی۔۔۔سپریم کورٹ کے حکم کے مطابق نیپ میں مقدمے دائر ہوئے۔ پورا میڈیا ان کی کرپشن کے متعلق پروگرام کر رہا تھا۔ اس پروپیگنڈے کو زائل کرنے کے اور اپنے سیکولرزم پسند آقاؤں اور دستوں کو خوش کرنے کے لیے نواز شریف نے ایک اور تدبیر کرتے ہوئے ختم نبوت کی آئین میں طے شدہ شقوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ یہ تدبیر بھی نواز شریف پر الٹی پڑی۔ ختم نبوت کی شقوں کو سازش سے تبدیل کرنے پر پورے پاکستان کے عوام سراپا احتجاج بن گئے۔ زبردست احتجاج کے بعد شقوں کو بحال کیا مگر ے بی اور ے سی کو واپس قانون کا حصہ نہیں بنایا۔تحریک لبیک نے لاہور سے اسلام آباد تک مارچ کیا۔ پھر فیض آباد چوک، ملک گیر دھرنے دینے شروع کیے۔ مرکزی اور صوبائی وزیر قانون کے استعفیٰ اور ے بی ے سی کی بحالی کی ڈیمانڈ کی۔ عدالت اور فوج کے کہنے کے باوجود پرامن احتجاج کرنے والوں پر قوت کا استعمال کیا۔ جس سات جانیں ضائع ہوئیں املاک کو نقصان پہنچا۔ ایک دھرنے کو ختم کرنے کے غلط طریقے کی وجہ سے

شرکاء دھرنا فیض آباد چوک اسلام آباد

سارے ملک میں دھرنے شروع ہوگئے۔ اپنے آقاؤں اور دوستوں کی خفیہ مدد کے ساتھ پاک فوج کو پاکستان کی عوام کے سامنے لانے کی سازش کی۔ مگر فوج نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم اپنے ملک کی عوام پر گولی نہیں چلا سکتے۔ فوج کو اپنی عوام کے سامنے کھڑا کرنے کی سازش کی۔ تحریک لبیک والوں کو لاہور میں نہ روکا۔ پہلے ان کے مطابات کم تھے۔ دھرنے پر سیکورٹی والوں کی یلغار کے بعد ان کے مطالبات بڑے۔ وزیراعظم اور وزیر داخلہ تحریک لبیک کے متعلق پل پل پر نواز شریف سے ہدایات لیتے رہے۔ موم بتی مافیا اور سیکولر لوگوں کو تحریک لبیک والوں کے خلاف پروپیگنڈا مہم بھی زور شور سے چلائی گئی۔ ملک کے تمام ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا کو بند کر دیا۔ یہ معاملہ ایک دن میں حل ہوسکتا تھا مگر جان بوجھ کر معاملے کو لٹکایا گیا۔ آخر کار وزیراعظم پاکستان نے فوج کو معاملہ سلجھانے کی درخواست کی۔ فوج نے معاہدہ کرایا۔ جس کے تحت مرکزی وزیر قانون کے استعفیٰ، گرفتار کارکنوں کی رہائی اور راجہ ظفر الحق رپورٹ کی اشاعت پر ملک گیر دھرنے ختم ہوئے۔ اس طرح نواز شریف کی خانہ جنگی کرانے کی تدبیر اور پاک فوج کو اُلجھانے کے تدبیر بھی اُلٹی پڑی۔ بلکہ یوں کہیں کہ اُلٹی ہوگئی سب تدبریں۔۔۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

(ان پر) جنہوں نے اپنے دین کو لغویات اور کھیل کود بنا رکھا تھا اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا۔ پس آج کے دن ہم بھی انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا بیٹھے تھے۔

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے ادارہ پیشوا کا اتفاق ضروری نہیں ہے

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط ۳)

تحریر: رانا محمد حسن خاں

مصر کی کل آبادی ۸۰ ملین سے زائد ہے۔ نوے فیصد مسلمان جو شیعہ وسُنّی اور دیگر فرقوں میں تقسیم ہیں اور ۱۵ فیصد دیگر مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ زیادہ تر آرتھوڈاکس عیسائی آباد ہیں ۱۰۰ء تا ۱۴۰۰ء تک مصر میں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ مسلمانوں کی فتوحات کے بعد عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوگئی تھی۔ قدیم مصری عیسائیوں کی پسماندگی کی وجہ مذہبی قوانین ہیں۔ اور انکی پسماندگی میں اضافہ ۱۹۵۲ء کے فوجی انقلاب کے بعد ہوا۔ تب سے آج تک اگر کسی چرچ کی عمولی مرمت کے لیے بھی مصر کے صدر سے اجازت لینا ضروری ہے۔ ۲۰۰۵ء میں صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ اب ایسی اجازت گورنر دیتا ہے۔ نیا چرچ تعمیر کرنے کی اجازت ملنا نہایت مشکل ہے، کئی برس دفتروں کی خاک چھاننے کے بعد بمشکل اجازت ملتی ہے۔ مساجد بنانے کے لیے اس طرح کی رکاوٹیں جن کا سامنا عیسائیوں کے گرجا گھروں یا دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی تعمیر کے سلسلے میں کرنا پڑتا ہے، مسلمانوں کو نہیں کرنا پڑتا۔

۲۰۰۰ء میں قدیم مصری عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تنازعہ کے نتیجے میں بیس عیسائیوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا، اس بربریت کے دوران ایک مسلمان بھی ہلاک ہوا تھا۔ اس دوران ایک نیا چرچ اور ۳۵ عیسائی گھروں کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ اگلے برس ۱۴ سالہ عیسائی لڑکی کو اغوا کر لیا۔ اغوا کاروں کا ماننا تھا کہ اس لڑکی کے والدین نے ایک ایسے شخص کو پناہ دی جس نے دین اسلام چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لی تھی۔ دوسرے اسلامی ممالک کی طرح مصر میں بھی کسی بھی غیر مسلم کو مسلمان ہونے کی اجازت ہے اور کسی مسلمان کو غیر مسلم ہونے کی اجازت نہیں۔ مصر میں زبردستی غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ساتھ زبردستی شادیوں کے واقعات بھی ہوتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان مرد کو غیر مسلم خاتون پسند آجائے تو اسے جبری شادی سے پہلے مسلمان کیا جاتا ہے۔ مصر میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مسلمان ہونے والے عیسائی دوبارہ عیسائی ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی غیر مسلموں سے شدید نفرت انہیں اپنے درمیان بطور مسلمان بھائی قبول نہیں کرتی۔ اور دوبارہ عیسائی ہو جانے پر اس کے تھوڑے عرصہ کے لیے مسلمان ہونے کا ذکر اس کے شناختی کارڈ پر درج کر کے اس کے لیے دنیا جہنم بنا دی جاتی ہے۔ یہاں مصری شناختی کارڈ کے متعلق یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مصری قانون کے مطابق ہر مصری شہری کے لیے شناختی کارڈ بنوانا ضروری ہے، اس کارڈ میں مذہب کا بھی خانہ ہے اس خانہ میں ہر شہری کا مذہب لکھا جاتا ہے۔ اور بری بات یہ ہے کہ شہری کے ساتھ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک ہوتا ہے۔

توہین مذہب، زبانی یا تحریری طور پر کی جائے، مستوجب سزا ہے۔ کم از کم سزا چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ ۵ برس ہے۔ ۲۰۱۵ء میں ایک مسلم اسکالر نے ایک پروگرام میں اسلام میں اصلاحات کی بات کی۔ جامعہ الازہر نے فتویٰ دیا کہ یہ اسلام کی توہین ہے، اس ٹیلی ویژن پروگرام کو بند کر دیا گیا جس میں مسلم محقق و اسکالر اسلام البہیری نے اصلاحات کی بات کی تھی۔ اسلام البہیری کو توہین مذہب کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا اور ۵ برس کی سزا سنا دی گئی۔ جب ایک مسلمان اسکالر کے ساتھ توہین مذہب کے نام پر ظلم ہوسکتا ہے تو غیر مسلم کے لیے تو یہ قوانین بیشمار مشکلات کا باعث ہیں۔ اسلام البہیری نے اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کے بعد کہا تھا کہ Egypt is a land of injustice

Innocence of Muslims. نامی فلم جسے محمد مخالف فلم کہا جاتا ہے، مبینہ طور پر سات مصری عیسائیوں کو اس فلم کا حصہ بننے پر سزائے موت سنائی گئی حالانکہ قانون کے مطابق توہین مذہب کی سزا زیادہ سے زیادہ ۵ برس ہے۔

مصر کی مشہور مغنیہ و اداکارہ ام کلثوم ۱۸۹۸ء تا ۱۹۷۵ء جس کے جنازہ

میں چار ملین افراد شریک ہوئے تھے کے مرنے کے بعد لیلیٰ مراد ۱۹۱۸ء تا ۱۹۹۵ء کو سب سے بڑی مغنیہ کا خطاب دیا گیا۔اس مغنیہ کے متعلق مشہور مصری شاعر حلمی سلیم کی ایک نظم "On the balcony of Leila Murad" کے نام سے ابداع نامی جریدہ میں شائع ہوئی تھی۔اس نظم کے متعلق کہا گیا کہ خدا کی توہین ہوئی ہے۔عدالت کی جانب سے رسالہ کا پبلشنگ لائسنس کینسل کر دیا گیا اور حلمی سلیم سے تمام قومی اعزازات واپس لے لیے گئے،اسے ہر قسم کے قومی ایوارڈ اور انعامات کے لیے نا اہل قرار دے دیا گیا۔یاد رہے لیلیٰ مراد یہودیت چھوڑ کر ۱۹۴۷ء میں مسلمان ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا دو واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ مصر میں مسلموں کو بھی مذہبی قوانین کے ذریعے رگڑا دیا جاتا ہے۔توہین مذہب کے نام پر صرف غیر مسلم ہی نہیں بلکہ نامور مصری دانشور بھی مظالم کا نشانہ بن رہے ہیں۔نا صرف مصر بلکہ تمام عرب دنیا کو عزت دلانے والا مصری ناول نگار نجیب محفوظ جسے ۱۹۸۸ء میں نوبل انعام برائے ادب دیا گیا تھا اسے بھی چھریاں اسی توہین مذہب کے الزام میں ۸۲ برس کی عمر میں اس کے گھر میں گھس کر ماری گئیں۔ان کے گھر پر حملہ کرنے والے ہجوم کا لیڈر ایک اندھا شیخ تھا۔

مذہبی قوانین اس قدر اندھے ہیں کہ یہ نہ عورت کو چھوڑتے اور نہ بچوں کو۔مصر میں دو قدیم مصری عیسائی معصوم بچوں کو جن کی عمریں ۹ اور دس برس تھیں،قرآن مجید کے اوراق پھاڑنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔۲۰۱۰ء میں ۹ احمدیوں کو جو خود کو احمدی مسلمان کہتے ہیں،اسلام کی بے عزتی کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔دو عیسائیوں پر انسانی حقوق کے دفاع کی دعویداری پر توہین اسلام کا الزام لگا کر گرفتار کر لیا گیا۔

مصر میں بھی دعویٰ یہی کیا جاتا ہے کہ مصر سے مذہبی آزادی ہے مگر ایسے قوانین بنا کر کئی قسم کی آزادیوں کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔کہنے کو مصر کا سرکاری مذہب اسلام ہے،اور شریعت نئی قانون سازی میں اولین ترجیح ہے۔مگر اس شریعت کے مطابق قوانین بنانے والے،ان سے مشورہ لیتے ہیں جو قانون سازوں کے ملازم ہیں۔جامعہ الازہر آزاد جامعہ نہیں کہلا سکتی۔اس جامعہ کے اساتذہ اور مفتی اعظم حکومت کے تنخواہ دار ہیں۔اس جامع میں بہت سے اسکالر ایسے بھی فارغ ہوتے ہیں جو بہت کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر انکی آواز دبا دی جاتی ہے۔طالب علم اور اساتذہ وہی کچھ پڑھ پڑھا رہے ہیں جو صدیوں سے مدرسہ میں پڑھایا جا رہا ہے۔اس جامعہ کے فارغ التحصیل بنیاد پرست مولویان نے اقلیتی فرقہ شیعہ مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔یہ بنیاد پرست عوام کو سرعام شیعہ سے نفرت کی تعلیم دے کر فساد پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔انہیں نہایت برے اور غلیظ القابات دیے جاتے ہیں۔شیعہ مخالف جذبات سارے مصر میں پائے جاتے ہیں۔

۱۹۸۱ء میں مصر کو اسلامی ریاست کا نام دے کر مسلمان ریاست بنا دا گیا تھ اور مصر کے آئین کو اسلامی قوانین کے تابع لانے کا فیصلہ کیا گیا۔جس اسلامی ملک نے بھی ریاست اور آئین کو اسلامی جبہ پہنانے کی کوشش کی ہے وہاں اخلاقیات کا جنازہ نکلا ہے۔شہری حقوق متاثر ہوئے ہیں اور اسلامی بھائی چارا دم توڑتا چلا گیا اور اقلیتوں کی بد دعاؤں نے انہیں عالمی برادری میں رسوا ہی کیا ہے۔ پاکستان،افغانستان،ایران،یمن،صومالیہ،شام اور سعودی عرب اورسعودی عرب وغیرہ ایسے ہی ممالک ہیں۔

انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے ڈائریکٹر محمد البرادی جنہیں ۲۰۰۵ء میں نوبل انعام برائے امن دیا گیا تھا،وہ واحد مصر کے بہادر سپوت ہیں جنہوں آئین کی تبدیلی کی بات کی۔وہ سمجھتے تھے کہ مذہبی قوانین مصر کی ترقی کو روکنے کا سبب ہیں۔وہ ایمر جنسی کا خاتمہ،عدلیہ کو سیاسی عمل کی نگرانی کے قابل بنانا،ووٹر کو حق دینا اور صدارت کی مدت کو دو ادوار تک محدود کرنے کے لیے آئین میں ترمیم کرنا چاہتے تھے۔اوران ترامیم کی بات کرنے پر انہیں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور ان کا صدر مصر بننا ۲۰۱۱ء میں ممکن نظر آنے لگا۔مگر جونہی انہوں شق ۲ میں ترمیم کی بات محتاط الفاظ میں کی،مصر میں طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔اخوان المسلمون نے انکو ووٹ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔مصری آئین کی شق دو کے مطابق ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور یہ کہ اسلامی شریعت ہی قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہے۔

محمد البرادی نے کہا تھا کہ اگرچہ وہ مصر کی مسلم اکثریت کا احترام کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں کاپٹک عیسائی اقلیت اور مصر کے دیگر تمام باشندوں کے حقوق کا بھی تحفظ کرنا ہے، چاہے ان کا مذہب کوئی بھی ہو۔ کیونکہ آئین ان کے لیے بھی یکساں حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ مگر یہ حقیقت البرادی کے مداح برداشت نہ کر سکے۔ اخوان المسلمون اور اسلامی کہلانے والے ٹیلی ویژن چینلز نے ان کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر دیا۔ انکی مخالفت کے باعث ایک بڑی تعداد ووٹروں کی البرادی کے خلاف ہوگئی۔ اور ووٹروں نے کہا کہ وہ البرادی کو ووٹ نہیں دیں گے کیونکہ وہ مذہب کو ریاست سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ اخوان المسلمون البرادی کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم ایسی جمہوری تبدیلی کے حق میں نہیں ہیں جس میں ریاست اور مذہب کی علیحدگی ثابت ہو۔ بنیاد پرست کبھی بھی نہیں چاہتے کہ ریاست اور مذہب کی اپنی اپنی راہیں ہوں۔ مصر میں بھی البرادی جو تمام مصری شہریوں یکساں حقوق کی ضمانت دینا چاہتے تھے انہیں ان لوگوں نے شکست دے دی جو مذہبی اقلیتوں کو برابر کے حقوق نہیں دینا چاہتے تھے اور ریاست کو اسلامی اصول قانون سازی کی زنجیر پہنانے کے حق میں تھے۔ مصر کے اعتدال پسندوں کو یقین تھا کہ اگر البرادی کو پاور ملی تو شناختی کارڈ سے مذہب کے خانہ کا خاتمہ ہو جائے گا، غیر مسلموں کی شادی اور طلاق کا معاملہ اسلامی فیملی قوانین کے مطابق نہیں ہوگا، غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی راہ میں رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور تبدیلی مذہب کے خلاف بننے والے قوانین کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بد دل ہو کر البرادی انتخابی دوڑ سے باہر نکل آئے۔ محمد مرسی انتخابات جیت کر مصر کے ۵ ویں صدر بن گئے۔

محمد مرسی کا تختہ ایک سال بعد ہی فوج نے اُلٹ دیا۔ البرادی نائب صدر فوجی حکومت کے زیر سایہ بن گئے۔ مگر ایک ماہ بعد ہی انہوں نے فوجیوں کے ہاتھوں ۵۰۰ سے زائد مرسی کے حامیوں کی ہلاکت کے بعد استعفیٰ دے دیا۔ ان کے الفاظ تھے:۔

I cannot bear the responsibility for a single drop of blood before God.

محمد البرادی نے بد دل ہو کر مصر سے ویانا چلے گئے۔

مصری قوم کو ایک موقع ملا تھا کہ وہ اپنے دکھوں سے چھٹکارا حاصل کر سکے مگر اس نے یہ موقع کھو دیا۔ ان دنوں عبدالفتاح السیسی جیسا بدنام زمانہ ڈکٹیٹر مصر کا صدر ہے۔ اس کے دور حکومت میں نا صرف اقلیتیں بلکہ مسلمان اقلیتی فرقے بھی نہایت اذیت میں ہیں۔ جب السیسی کی توجہ اقلیتوں سے ہونے والے امتیازی سلوک کی طرف دلائی جاتی ہے تو وہ فوراً یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں کہ We are all Egyptians.. مصر میں سب سے زیادہ مظالم کا نشانہ بننے والے کوپٹک عیسائی ہیں۔ دسمبر ۲۰۱۶ء میں ۲۵ عیسائیوں کی موت کے بعد صرف ۲۰۱۷ء میں درجنوں کوپٹک عیسائیوں کو مار دیا گیا اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ اسی مہینے ایک ۷۰ سالہ عیسائی خاتون کو برہنہ کر کے گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ اپریل کے مہینے میں مصر کے شہر ٹانٹا میں ۴۷ کوپٹک عیسائیوں کو مار دیا گیا اور ایک سو سے زائد عیسائیوں کو زخمی کیا گیا۔ اور مئی میں ۲۹ عیسائیوں کو بس سے اتار کر مار دیا گیا۔ اسی ماہ دو عیسائی کزنز کو جن کی عمریں ۱۹ اور ۲۵ برس تھیں بے دردی سے مار دیا گیا۔ ۱۲ اکتوبر کو ایک عیسائی مبلغ کو قتل کر دیا گیا۔ صرف ۲۰۱۷ء میں درجنوں چرچ تباہ کر دیے گئے یا جنونیوں کے حملوں کے بعد بند کر دیے گئے۔

جب سے مسند اقتدار پر السیسی براجمان ہے تب سے اقلیتوں پر مظالم کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب سے بڑی مصری اقلیت کوپٹک عیسائیوں کا سب سے زیادہ خون بہا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام مظلوموں پر رحم کرے اور ظالموں کو ہدایت یا سزا دے۔ آمین

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

قیمت اشتہارات

A.4 ۔فل سائز۔کلر۔120£　　بلیک اینڈ وائٹ 80£

A.4۔ہاف پیج۔کلر۔ 60£　　بلیک اینڈ وائٹ 40£

A.4۔کوارٹر پیج۔کلر۔ 40£　　بلیک اینڈ وائٹ 30£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں　07792998973

AZED&CO

Incorporated Precticing Accountants

Rizwan Azed

B.COM,MBA,AIIA,FSPA

سیلف ایمپلائیڈ، سول ٹریڈر، لمیٹڈ کمپنی اکاؤنٹس، پی سی او ڈرائیور اکاؤنٹس، سیلف ایسیسمنٹ۔ ٹیکس ریٹرن، لمیٹڈ کمپنی فارمیشن۔ بک کیپنگ، بجٹ۔ بزنس پلان، بزنس سٹارٹ اپ۔

392 London Road　　Tel.020 8646 6777

Mitcham Surrey　　Fax.020 8646 9416

London .CR4 4EA　　Mob.0786 788 6952

E.Mail.　azed@azed.fsbusiness.co.uk

آیات قرانیہ اور احادیث نبویہؐ کا احترام نہایت ضروری ہے

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian & Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service.We are able to cater for any number of guests & our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request. The Complete Catering & wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

☆Authentic Asian Catering
☆Welcome Drinks Reception (Exotic Fresh Juices)
☆Unlimited Soft Drinks & Juices Throughout the day
☆Cutlery Crockery & Glassware
☆Linen Tableclothes & Napkins
☆Professional Uniformed Waitress Staff
☆Event Manager & Wedding coordinator
☆Kitchen Staff & Porters
☆Complete Peace of mind

For further assistance please contact: Tel.020 3674 7909..Mob:077 9299 8973

2 london Road, SM4 5BQ;Morden,surrey.

پیشوا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

باعثِ تحریر آنکہ۔۔۔۔

رُوسی حکومتوں اور چرچ کے سیاسی ہنی مون

2017ء، 1917ء اور 1517ء

تحریر: طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

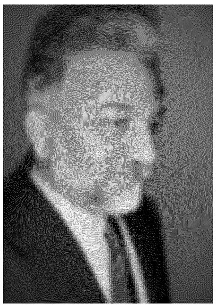

سابق سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد سے روس میں مذہبی وابستگی کے کھلم کھلا اظہار کی آزادی ملنے کے بعد یہ اعدادو شمار دیکھنے کو ملے ہیں کہ خود کو رشین آرتھوڈاکس کرسچئن کہلانے والوں کی تعداد 31 فیصد سے بڑھ کر 72 فیصد ہوگئی ہے۔گو باقاعدگی کے ساتھ چرچ جانے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوالیکن ہزاروں پرانے چرچ مرمت اور سینکڑوں نئے چرچ مزید تعمیر ہو چکے ہیں۔کمیونسٹ سوویت خفیہ ایجنسی کے جی بی کے سابق سربراہ اور موجودہ روسی صدر جناب ولای میر پوٹن اکثر وبیشتر سربراہان کلیسیا کے ساتھ مشاورت و

مصاحبت کرتے نظر آتے ہیں۔ایک رپورٹ کے مطابق دم تحریر رشین آرتھوڈاکس چرچ میں (Russian Orthodox Church) 361 بشپ اور لگ بھگ چالیس ہزار پادری فائز ہیں۔2017ء میں چرچوں کی تعداد 34000 سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔

آج سے سو برس قبل 1917ء کے کمیونسٹ بالشویک انقلاب کے بعد ایک طرف تو رشین کمیونسٹ پارٹی کے ممبران کے لئے ہر قسم کی مذہبی وابستگی ممنوع کر دی گئی تھی، دوسری طرف کلیسیا کو بھی عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔انقلاب کے پہلے پانچ برسوں میں انقلابیوں نے مبینہ طور پر اٹھائیس بشپ اور ایک ہزار دو سو پادریوں کو سزائے موت سنائی۔ چرچوں کی تعداد جو کہ پہلی جنگ عظیم سے قبل 54000 سے زائد تھی ،گھٹ کر 1940ء میں 500 تک آ گئی۔ بیشمار چرچوں کی عمارات عوامی (کمیونل) ہاسٹلوں میں بدل دی گئیں اور کتنے ہی چرچ مسمار کر کے ان کی وسیع و عریض زمین اور پراپرٹی وغیرہ ''عوامی'' مقاصد کے لئے استعمال کر لی گئی۔تاہم الفاظ کی حد تک آئین میں مذہبی وابستگی پہ کوئی قدغن موجود نہ تھی۔اسی طرح چرچ کے سربراہ اعلیٰ کا عہدہ بھی برقرار رکھا گیا اور پاپائے کلیسیا کو مہمان غیر ملکی وفود سے خصوصی طور پر ملوایا بھی جاتا تھا تا کہ بین الاقوامی برادری کو یہ باور کروایا جاسکے کہ انقلاب مذہبی پیشوائیت اور مذہبی جذبات کی قدر کرنا جانتا ہے۔

مذہبی پیشوائیت کی یہ 'نمائشی' قدر و منزلت اس وقت 'حقیقی' قدر و منزلت میں بدل گئی جب نازی جرمنی کی افواج نے 1941ء میں روس پر چڑھائی کر دی۔حکومت کو چرچ کی سیاسی حمایت حاصل کرنے پر مجبور ہونا پڑا تا کہ پادری صاحبان مذہب کی رو سے تمام روسی عوام کو از روئے بائبل حب الوطنی اور اتحاد کا درس یاد دلائیں اور یوں وقتی طور پر بالشویک حکومت اور چرچ کا سیاسی رشتہ استوار ہو گیا۔اس سیاسی اور قومی حمایت کے صلے میں چرچ کو سرِ عام ایسٹر اور دیگر مذہبی تہوار اور تقریبات منعقد کرنے کی آزادی کا مُک مکاؤ بھی طے پایا اور کئی نئے چرچ بھی تعمیر ہوئے لیکن کمیونسٹ حکومت اور چرچ کا یہ سیاسی ہنی مون زیادہ دیر تک نہیں چل سکا اور جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد خروشیف کے دور میں چرچ کو بتدریج حسبِ سابق پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ گیا۔

آج سے پانچ سو برس قبل 1517ء کی پروٹیسٹنٹ ریفارمیشن کی تحریک کے اثرات سے رشین آرتھوڈاکس چرچ کافی حد تک محفوظ رہا تھا۔یوکرینین چرچ میں پڑنے والی پھوٹ سے سبق حاصل کرتے ہوئے اس نے اپنے اصول وقواعد کسی حد تک لچک آمیز ضرور بنائے لیکن اپنے بنیادی خدوخال میں یہ ویسا ہی ہے جیسا 1517 میں تھا۔گو روسی آئین کے تحت روسی چرچ ریاست کا حصہ نہیں لیکن حال ہی میں کریمیا کے روس میں شامل کئے جانے کی جس شد و مد سے

حمایت کرتا دکھائی دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عملاً ریاست سے اتنا الگ تھلگ بھی نہیں۔

آج جب کہ ولادیمیر پوٹن اور چرچ کے سربراہ ایک دوسرے کی اخلاقی وسیاسی حمایت اور اشیر باد حاصل کرنیکے لئے ایک دوسرے کی پیٹھ سہلا رہے ہیں، ان دونوں کے مشترکہ یا الگ الگ تحفظات بابت ہم جنس شادی، اسقاط، بچوں کی بدنی سزا، گھریلو تشدد، مبینہ طور پر طالبان کی اور کھلم کھلا بشارالاسد کی حمایت، روسی توسیع پسندی اور دیگر 'رجعت پسندانہ' نظریات روس کی نئی نسل اور انسانی حقوق کی مقامی اور بین الاقوامی ایکٹیوسٹ تنظیموں کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اکیسویں صدی کے موجودہ دور کے ان سلگتے ہوئے حساس معاملات میں ان دونوں کی ہٹ دھرمی ہر دو کو غیر مقبول بنا سکتی ہے۔ اکتوبر 1517 میں مارٹن لوتھر کنگ نے اپنا مشہور زمانہ مقالہ پیش کر کے پروٹیسٹنٹ تحریک کا آغاز کیا تھا لیکن اس کے پانچ سو برس بعد آج 2017ء کو خیر باد کہتے ہوئے متعدد ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا دکھائی دے رہا ہے کہ کیا روس کی موجودہ قیادت اور چرچ کا مذکورہ ہنی مون بھی سطحی اور عارضی ہے یا ان دونوں کو بھی عنقریب کسی نئی ریفارمیشن تحریک کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑ جائے گا اور کب؟۔

اہم اعلان

ادارہ پیشوا (پرائیویٹ) ایک زیر رجسٹرڈ نمبر ۱۵۸۴۷۸۷ چیرٹی ہے جو معذور اور بے بس مریضوں کو وہیل چیئرز مہیا کرتی ہے۔ اور غریب بچوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق دلانے کی کوشش کرتی ہے۔ سسکتی اور لڑکھڑاتی زندگیوں کی مدد کے لئے قدم بڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے۔ زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ہر لمحہ مرنے والوں کی مدد کرنا تمام انسانوں کا فرض ہے۔ اگر آپ غریبوں، بے بسوں، بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنے عطیات جمع کروائیں۔ (نئی اور پرانی وہیل چیئرز بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں)

PESHWA LTD.

Account # :(Barclays Bank): 90730343 Sort Code: 208420

برائے مہربانی اپنے چیک پیشوا لمیٹڈ کے نام سے ارسال فرمائیں۔

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

E-mail. peshwaltd@gmail.com : Tel. 020.36747909: Mob. 07792998973

عصر حاضر کی بے چینی اور نا انصافی کا علاج

مرسلہ: سید مزمل حسین ۔ رپورٹ: غالب حسن

ریور گارڈن اسلام آباد

اسلام آباد: ''عصر حاضر کی بے چینی اور نا انصافی کا علاج سرکارِ مدینہ کی اتباع میں مضمر ہے'' ان خیالات کا اظہار ریور گارڈن اسلام آباد کے مکینوں کی جانب سے منعقد کی گئی سیرت و میلاد کانفرنس سے خطاب میں علمائے کرام اور دانشوروں نے کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ زمانے کو ایک بار پھر اپنی بقاء و سلامتی کا چیلنج درپیش ہے۔ ہر سو ظلم کا چلن عام ہے۔ زمانے کے قرائن یہ بتاتے ہیں کہ لوگوں میں ہدایت کی جانب لوٹنے کی شدید تڑپ موجود ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلمانانِ عالم پر لازم ہے کہ وہ رحمت للعالمین کے پیغامِ امن و محبت کو بلا تفریق عام کریں۔

کانفرنس میں ڈھڈیال آزاد کشمیر سے خصوصی طور پر شرکت کرنے والے معروف عالم دین مولانا افہام الخیر نے اپنے خطاب میں کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد اور سیرت آپس میں مربوط ہیں۔ میلادِ پاک کے وقت اگر قیصر و کسریٰ کے کنگرے گر گئے تھے تو ان کی سنت و سیرت پر عمل کرنے کے باعث قرون اولیٰ کے مسلمان اپنے وقت کی بہترین ریاست کے مالک بن گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عصر حاضر میں مسلمان جس انداز میں کچلے جا رہے ہیں اس کا سبب تعلیمات مصطفویٰ سے روگردانی ہے۔ امت کا آخر اس امت کے اول کی جانب لوٹنے سے ہی سنور سکتا ہے۔ کانفرنس سے جن دیگر شخصیات نے خطاب کیا ان میں مولانا صغیر احمد، مولانا اخلاق احمد، مولانا محمد اسلم، رانا محمد ادریس، مظہر الحق، سید مزمل حسین اور دیگر شامل تھے۔

انصاف کرو گے تو تمہیں ہووے گا معلوم
ان بد گہروں نے کوئی بھی بات بھلی کی

سید خلیق حسین شاہ انتقال کر گئے

اسلام آباد: باغ آزاد کشمیر کے معروف سماجی کارکن سید خلیق حسین شاہ مختصر علالت کے بعد اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 67 سال تھی۔ مرحوم آزاد کشمیر کے بزرگ سیاسی رہنما سید میر حسن شاہ مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ انہیں ان کے آبائی گاؤں ہولڑ سیداں، باغ آزاد کشمیر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

بھیڑیوں میں اب بھی۔۔۔۔

مسجدوں میں قتل ہونے کی روایت ہے یہاں
اور جسے بھی دیکھیے وہ با جماعت ہے یہاں
ان کے سر میں سر ملا کر چیختی خلقت تمام
دیکھیے اک جھوٹ میں بھی کتنی طاقت ہے یہاں
اور اس دعوے کی ہم تردید کر سکتے نہیں
لوگ کہتے ہیں محبت ہی محبت ہے یہاں
فیصلہ یہ بھی عدالت کو ہی کرنے دیجیے
آپ کو انصاف کی کتنی ضرورت ہے یہاں
ہم یہ جنگل چھوڑنے والے نہیں سُن لیجیے
بھیڑیوں میں اب بھی تھوڑی آدمیت ہے یہاں

نعمان شوقؔ

مرسلہ: محمد ثاقب رشیدؔ۔ لندن

گُل برستے ہیں کہ پتھر، سبھی کھُل جائے گا
جانِ جاں کوچہء دلدار میں آؤ تو سہی

جنت، دوزخ اور نام نہاد مولوی

مولوی لوگ اپنے ناجائز مقاصد کو پورا کرنے کے لیے عام طور پر جنت اور جہنم کی کہانی سنایا کرتے ہیں۔ پہلے جنت کا نقشہ کچھ اس طرح بتاتے ہیں جیسے خود اس کے مکین رہے ہوں۔ ان کی پر سرور اور پراسرار باتیں سن کر لگتا ہے کہ انہوں نے جنت میں بہنے والی دودھ اور شہد کی نہروں کا ناصرف مشاہدہ کیا ہے بلکہ ان کا سواد بھی چکھا ہے۔ چکھا، لفظ ان کی توندیں دیکھ کر مذاق لگتا ہے۔ یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان نے اپنی اوجڑیوں کو سیراب کیا ہو۔ انار، کیلے، انگور، کھجور اور زیتون انہوں نے دنیا میں کھائے ہیں یا نہیں نہیں کہہ سکتے مگر جنت کے میووں سے آشنائی وہ رکھتے ہیں۔ حور کی لمبائی چوڑائی، رنگ روپ، لباس، زیورات کے متعلق جتنا علم مولوی کو ہے اس کا عشرِ عشیر شاید جنتی بھی نہیں جان سکتا۔ نام نہاد مولوی یہ بھی جانتے ہیں کہ حسین لمبی چوڑی حور سے جنسی تعلق پیدا کرنے کے لیے ایک جنتی کو سو مردوں کے برابر قوت دے دی جائے گی اور ہر مرتبہ حور، کنواری کا لطف بغیر تکلیف کے دے گی۔ اتنی مزیدار جنسی تحریک پیدا کرنے والی ایسی گفتگو کے بعد سامعین کو بتایا جاتا ہے کہ یہ سب مزے لینے کے لیے مولوی کا کہا مان کر مرنا ہوگا یا اپنی جان کا کفارہ رقم دے کر کرنا ہوگا۔ اگر کوئی من چلا یہ کہہ کر مولوی کی محنت رائیگاں کر دے کہ میں نہیں مانتا کہ دنیا کی برائیاں، جنت کی اچھائیاں بن جائیں، تو مولوی جہنم کے حالات سنا کر بندے کی زندگی کو جہنم بنا دیتا ہے، جہنم کا خوف اسے مذہبی جنونی یا ذہنی بیمار بنا کر اس سے دنیا کی جنت بھی چھین لیتا ہے۔ مولوی الیاس قادری کی دعوت اسلامی جنت کے متعلق کیا تبلیغ کرتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

''جنتیوں کے لباس نہ پرانے ہوں گے نہ ان کی جوانی فنا ہو گی۔ جنّت میں نیند نہیں کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنّت میں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذرا اہل جنّت اور ان کے سرسبز و شاداب پُر رونق چہروں پر غور کیجیے کہ انہیں خوشبودار بند مہر والا مشروب پلایا جاتا ہے، موتیوں کے خیمے میں سُرخ یاقوت کے منبروں پر بیٹھے، تازہ سفید کھجوریں سامنے رکھی ہوئی ہیں، انتہائی سبز فرش بچھے ہیں، مسندوں پر تکیہ لگائے ہیں، جو نہروں کے کنارے بچھائے گئے ہیں، شراب طہور اور شہد حاضر ہیں، غلام اور نوکر حاضر ہیں، خوبصورت حوریں موجود ہیں، گویا یاقوت اور مرجان کی بنی ہوئی ہیں جن کو کبھی کسی انسان اور جنّ نے نہیں چھوا، باغات کے درجات میں چل رہی ہیں جب ان میں سے کوئی ایک چلنے پر مائل ہوگی تو ستّر ہزار بہشتی بچے اس کے لباس اُٹھائے ہوئے ہوں گے جن پر سفید ریشم کا لباس ہوگا کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں، سب کے سر پر تاج ہیں، اُن پر موتی اور مرجان جڑے ہیں، خوبصورت کاجل لگی آنکھیں، معطر اور بڑھاپے و دکھ سے محفوظ، خیموں میں بند اور وہ خیمے یاقوت کے محلات میں ہیں، جو جنّت کے باغوں کے درمیان میں، پاک دل و پاک نظر عورتیں ہیں، پھر ان جنّتی مردوں اور حوروں کے سامنے پیالے اور برتن پیش کیے جاتے ہیں۔ پینے والوں کے لیے لذیذ سفید شراب ہو گی۔ پھر فرماتے ہیں۔ جنّت کی سرزمین چاندی کی ہوگی اور اس کے کنکر مرجان کے ہوں گے اور مشک کی مٹی ہوگی، اس کے پودے زعفران کے ہوں گے، پھولوں کی خوشبو والا پانی بادلوں سے برسے گا، کافور کے ٹیلے ہوں گے، چاندی کے پیالے حاضر ہوں گے جن پر موتی، یاقوت اور مرجان کا جڑاؤ ہوگا۔ جنّت میں موتیوں کا ایک محل ہے جس میں سُرخ یاقوت سے بنے ہوئے ستّر مکان ہیں، ہر مکان میں سبز زمرد یعنی قیمتی سبز پتھر کے ۷۰ کمرے ہیں، ہر کمرے میں ستّر تخت ہیں، ہر تخت پر ہر رنگ کے ستّر بچھونے ہیں، ہر بچھونے پر ایک عورت ہے، ہر کمرے میں ستّر دستر خوان ہیں، ہر دستر خوان

پر ہر انواع و اقسام کے ستّر کھانے ہیں، ہر کمرے میں ستّر خادم، خادمائیں ہیں۔ مومن کو اتنی طاقت عطا کی جائے گی کہ وہ ایک دن میں ان سب سے جماع کر سکے گا۔ (اسلامی جنّت کی تیاری۔ صفحہ ۲۲ اور ۲۸۔ دعوت اسلامی کی پیشکش۔ شائع کردہ۔ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی۔ اشاعت جنوری ۲۰۰۸ء)

مولوی لوگوں کو جنت کے خواب دکھا کر خود اپنے لیے دنیا میں جنت کماتا ہے۔ جنت اور دوزخ صرف تصور نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہیں جن کا سامنا ہم ہر روز کرتے ہیں۔ ایک نہایت محترم بزرگ ؒ جنت و جہنم کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

''حقیقت میں اسلام میں جنت و دوزخ کا تصور بہت منطق اور معقول ہے۔ ہر شخص اس دنیا کی زندگی میں ہی اپنی جنت یا جہنم بناتا ہے۔ تمام لوگ جو دوسروں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور ذمہ داری سے اپنے فرائض ادا کرتے ہیں وہ ایک محبت اور امن کے ماحول میں رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے۔ وہاں ان کے اس دنیا کے اعمال مختلف شکلوں میں متمثّل ہو کر ظاہر ہوں گے۔ جب آپ خدا اور اس کے بندوں سے امن اور تسلیم کے ساتھ رہتے ہیں تو گویا آپ دودھ اور شہد کی نہروں میں بستے ہیں۔۔ شہد میں شفا ہے اور دودھ ایک جامع خوراک ہے۔ اگلے جہان میں جو بھی آپ کو ملے گا وہ علامتی (Symbolic) ہوگا لیکن در حقیقت خدا کے قرب کی وجہ سے آپ اس دنیا کی نسبت وہاں زیادہ خوش ہوں گے۔ ایسا ہی حال دوزخیوں کا ہے جو لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں وہ کبھی بھی امن کے ساتھ اور خوشی کے ساتھ نہیں رہتے۔ انکے دلوں میں ایک آگ لگی ہوتی ہے۔ یہی آگ ہے جو انکے لیے اگلے جہان میں متمثّل ہوگی۔

رُوح انسان کے اندر ایک لطیف چیز ہے۔ یہ انسان کے اندر آخری اتھارٹی ہے۔ جو بھی آپ اچھا یا برا کام کریں اس کا روح پر اثر پڑتا ہے۔ روحیں نہ نر ہیں نہ مادہ۔ جب یہ روحیں بدن سے آزاد ہوتی ہیں تو انہیں ایک خاص شکل دی جاتی ہے۔ اس دنیا میں انسان کا رہن سہن اور طرز عمل اس روح کی شکل متعین کرتے ہیں۔ جو روحیں اس دنیا میں خدا کی صفات کا رنگ اختیار کرتی ہیں وہ خدا کے ہاں زیادہ حسین ہوں گی اور جو کم صفات اپنانے والی ہوں گی وہ اسی نسبت سے کم حسین ہوں گی۔''

معزز قارئین! انسان کو چاہیے کہ جنت اور دوزخ کی کہانیوں یا جنت و دوزخ جیسے حقائق میں سر کھپانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی صفات کو اپنانے پر کام کرے۔ یہی بہتر ہوگا۔

شیخ جنت تجھے ، مجھے دیدار
واں بھی ہر اک کی ہے جدا قسمت

میر تقی میرؔ مزید کہتے ہیں

میرؔ سچ کہتا تھا جنت ہو نصیب اس کے تئیں
حور کا چہرہ کہاں اس کا رخ نیکو کہاں

چند جنت کے متعلق اشعار پیش ہیں:۔

جسے چاہے جنت میں دیوے مقام
جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

میر حسن

ان کی گلی نہیں ہے نہ ان کا حریم ہے
جنت بھی میرے واسطے جنت نہیں رہی

نادر شاہجہاں پوری

سکون مستقل دل بے تمنّا شیخ کی صحبت
یہ جنت ہے تو اس جنت سے دوزخ کیا برا ہو گا

ہری چند اختر

ذوق عمل نہ ذوق جنوں ہر طرف سکوں
جنت اگر یہی ہے تو جنت میں جائے کون

شکیل بدایونی

جنت کے لیے شیخ جو کرتا ہے عبادت
کی غور جو خاطر میں تو مزدور کی سوجھی

نظیر اکبر آبادی

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں
ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

داغ دہلوی

نہ کرتے کبھی خواہش سیر جنت
جو واعظ ترا رہ گزر دیکھ لیتے

حسرت موہانی

تحریر: رانا محمد حسن خاں

’’قہر ہے بات بات پر گالی‘‘

جہانگیر خاں۔لندن

پاکستان میں مختلف فرقوں کے لوگ آباد ہیں۔ بریلوی اور دیوبندی کہلانے والے مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔اور یہ دونوں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہیں۔گزشتہ دنوں فیض چوک اسلام آباد میں جو مذہب کے نام پر سیاسی تماشا کیا گیا تھا،وہ بریلوی مسلمانوں نے کیا تھا۔

بریلوی مسلمان مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو مجدد مانتے ہیں۔تمام بریلوی ٹکڑیاں ان سے اپنا دامن جوڑتی ہیں۔ بریلوی علماء کا ایک امام نہیں ہے۔کوئی ٹکڑی بھی کسی کے ساتھ ضم ہونے کو تیار نہیں ہے۔اس لیے بریلوی ٹکڑیوں کی تعداد بجائے کم ہونے کے بڑھ رہی ہے۔سنی تحریک، جمیعۃ علماء پاکستان، سنی اتحاد کونسل، جماعت اہل سنت ،دعوت اسلامی، عوامی تحریک اور دوسری بہت سی تنظیموں کے بن جانے کے بعد بھی تقسیم کا عمل جاری ہے۔ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد،اس کے نام پر لہو گرمانے کا سلسلہ شروع ہوا۔پیر افضل قادری اور مولانا آصف جلالی کو سیڑھی کے طور پر استعمال کر کے مولانا خادم حسین رضوی بلا شرکت غیر لبیک یا رسول اللہ کے راہنما بن چکے ہیں۔مولانا رضوی کے آصف جلالی اور پیر افضل قادری سے تعلقات کشیدہ ہو چکے ہیں۔یہی نہیں آصف جلالی نے پیر افضل قادری کیخلاف کفر کا سرعام فتویٰ دے کر اپنے سے جدا کر لیا ہے۔

پاکستان کے عوام عام طور پر مولویوں کو سر پر بٹھانے والے ہیں۔مگر دھرنا کے دوران استعمال کی جانے والی زبان نے ایک بہت بڑی تعداد کو گندا دہن مولویوں سے متنفر کر دیا ہے۔مولانا خادم حسین رضوی جسمانی طور پر معذور ہیں مگر ان کی زبان سے نکلنے والی گندی گالیاں بڑی صحت مند ہوتی ہیں۔یوں تو ہمارے معاشرہ میں بات بات پر گالی دینا عام ہو چکا ہے مگر کسی مولوی کا اس طرح سرعام گالیاں دینا دنیا نے پہلی بار دیکھا۔مسلمانوں کہلانے والوں کی ایسی حالت فلک نے کبھی نہیں دیکھی ہو گی کہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے نام پر مولوی غلیظ گالیاں دے رہے ہوں اور سامنے بیٹھے تماشبین سبحان اللہ کہہ رہے ہوں۔مولوی صاحبان کی گالم گلوچ پر شریف شہری شرمندہ ہوتے رہے۔مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ارباب اختیار تماشا دیکھتے رہے یا مذاکرات کا راگ الاپتے رہے۔شرافت کی جس طرح سرعام دھجیاں بکھیری گئیں اس طرح تو آوارہ بدمعاش لوگ بھی نہیں کرتے۔غرض عاشقان رسول ﷺ جو حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ دین اسلام کی لاثانی اور زندگی بخش تعلیمات پر گالیوں کا لیبل لگنے پر بلبلا اُٹھے۔میر تقی میرؔ نے سچ کہا تھا۔

قہر ہے بات بات پر گالی
جاں بہ لب ہیں تری زبان سے لوگ

مسئلہ کوئی بھی ہو اسلام ہمیں اخلاق کا دامن نہ چھوڑنے کی ہدایت کرتا ہے۔بریلوی کہلانے والے مولویان نے اخلاقی اقدار جو کہ دین اسلام کا طرہ امتیاز ہیں کا جنازہ نکالنے کی کوشش میں اپنا غلیظ چہرہ جس پر اسلام کی چادر ڈال رکھی تھی اسے ہی ننگا کیا ہے۔دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ تم بتوں کو بھی نہ گالی دو،دین اسلام کی عظمت کی دھاک بٹھانے کے لیے، گالیاں دینا، پھبتیاں کسنا اور ذومعنی فقرے کہہ کر گند پھیلانا، یہ سب جگ ہنسائی کا باعث تو بن سکتے ہیں، باعث تسکینِ قلب قطعاً نہیں ہو سکتے۔

ہم تو اس بات پر حیران ہیں کہ مقررین دھرنا فیض آباد چوک راستہ کے اسلامی آداب سے قطعاً نا آشنا تھے۔اگر واقف ہوتے تو بیس لاکھ متاثرین دھرنا بھی ان شرکاء دھرنا کو دعائیں دیتے،ہم نے تو شہریوں کو تکلیف کی شدت سے نڈھال ہو کر شرکاء دھرنا کو کوسنے دیتے ہوئے ہی سنا۔سچی بات یہ ہے کہ سلام جس کا مطلب سلامتی ہے اس کے جواب میں بھی گالی دی جاتی ہے یا اندر کروا دیا جا سکتا ہے۔

ہوتا ہے کون دست بسر واں
گالی ہے اب جواب سلام نیاز کا

فرقوں کے بطن سے پیدا ہونے والی ٹکڑیوں کا واحد مقصد دولت اور شہرت کا بلا شرکت غیر حصول ہے۔دراصل یہ ٹکڑیاں اپنی اپنی دکان بناتی ہیں اور ان کے مالکان ختم نبوت ،توہین رسالت اور دوسرے مسائل کے نام پر چندے اکٹھے کر کے اپنی اپنی دکان کی قدر و قیمت میں اضافہ کر کے حکومت وقت کو بھی بلیک میل کرتے ہیں،اور پھر

مسجد مندر سب کے اندر راج غلامی کرتی ہے
دولت لے کر نام خدا کا گھر گھر دھرنا دھرتی ہے

میلاد النبی ﷺ منانے کی تاریخ اور اس کے منانے کا درست طریق

(چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

ہر سال کی طرح اس سال بھی میلاد النبی ﷺ 12 ربیع الاول 1439ہجری بمطابق یکم دسمبر 2017ء اسلامی دنیا اور خصوصاً انڈو پاکستان میں پورے جوش وخروش کے ساتھ روائتی انداز میں منایا گیا۔بڑے بڑے جلوس نکالے گئے اور بعض جگہوں پر تقاریب بھی منعقد کی گئیں۔لیکن دن کے غروب ہونے کے ساتھ ہی ان تقریبات کا بھی خاتمہ ہوگیا اور اگلے سال 1440ھجری تک کے لئے کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا گیا۔

آج قارئین کو میلاد النبیؐ منانے کی تاریخ اور اس کے منانے کے لئے صحیح طریق کے متعلق بتانا مقصود ہے۔قارعین سے درخواست ہے کہ اس مضمون کو شروع سے آخر تک پڑھیں اور کوشش کریں کہ آئندہ اس حوالے سے عید میلاد النبیؐ کو صحیح طریق پر منانے کی کوشش کریں۔

میلاد النبیؐ منانے کی تاریخ کیا ہے اور اسے کب شروع کیا گیا ہے؟ اس بارہ میں نبی کریمؐ کے بعد کی پہلی تین صدیاں ،جن کے بارہ میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ کہ بہترین صدیاں ہیں ،کو دیکھنا پڑے گا۔ان صدیوں میں مسلمانوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت اور عقیدت انتہائی درجہ کی تھی۔ان صدیوں میں سب مسلمان سنت رسول ﷺ کا بہترین علم رکھنے والے تھے اور آنحضرت ﷺ کی سنت اور شریعت اسلامیہ کی مکمل پیروی کرنے والے تھے۔تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی صحابی یا تابعی ،جنہوں نے صحابہ کو دیکھا ہوا تھا، کے زمانہ میں عید میلاد النبیؐ منانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

جس شخص نے اس رسم کا آغاز کیا، وہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ قداح تھا، جس کے پیروکار فاطمی کہلاتے ہیں اور یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی طرف منسوب کرتے ہیں ،اس کا تعلق ’’باطنی مذہب‘‘ کے بانیوں میں سے تھا۔باطنی مذہب یہ ہے کہ شریعت کے بعض پہلو ظاہر ہوتے ہیں اور بعض چھپے ہوئے ہوتے ہیں ،اس کی تشریح یہ لوگ خود ہی کرتے ہیں۔ان میں دھوکے سے مخالفین کو قتل کرنا اور مارنا جائز ہے، علاوہ ازیں بہت ساری چیزیں اور بدعات ہیں جو انہوں نے اسلام میں داخل کی ہیں۔ان ہی کے نام سے یہ باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔

اس طرح سب سے پہلے جن لوگوں نے عید میلاد النبی ﷺ کی تقاریب شروع کیں وہ باطنی مذہب ہی کے لوگ تھے۔جس طرح انہوں نے رسومات شروع کیں ، وہ یقیناً ایک بدعت ہی تھی۔مصر میں ان کی حکومت کا زمانہ 362ھجری بتایا جاتا ہے۔میلاد النبیؐ تو خیر ہے ہی۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے دن منائے جاتے ہیں، جیسے یوم عاشورہ ہے، میلاد حضرت علیؓ ہے، میلاد حضرت حسنؓ ہے، میلاد حضرت حسینؓ ہے اور میلاد حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہے۔پھر رجب کے مہینے کی پہلی رات کو مناتے ہیں، درمیانی رات کو مناتے ہیں، شعبان کی پہلی رات کو مناتے ہیں۔پھر ختم کی رات اور رمضان کے حوالہ سے بھی مختلف تقریبات ہیں اور کئی اور بھی ایسے دن ہیں جو یہ لوگ مناتے ہیں۔

مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اس کو (میلاد النبیؐ) کو بالکل نہیں مناتے اور موجودہ صورت میں ’’عید میلاد النبیؐ‘‘ منانے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔اس دوسرے گروہ نے بھی انتہا کر دی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا تذکرہ ہر لحاظ سے بہت اچھی چیز ہے۔حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے تذکرہ سے رحمت نازل ہوتی ہے۔خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے۔لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں۔خدا کی شان خدا کے ساتھ اور نبیؐ کی شان نبی کی شان کے ساتھ رکھنا ہی بہتر ہے۔

آج کل کے مولویوں میں بدعت کے افعال زیادہ کئے جاتے ہیں اور ایسی بدعات خدا کے منشاء کے خلاف ہیں۔اگر بدعات نہ ہوں تو

پھر وہ وعظ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت، پیدائش، سیرت، کارنامے اور وفات کا ذکر ہو تو موجب ثواب ہے۔ آنحضرتؐ کی سیرت اگر بیان کرنی ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن آج کل ہوتا کیا ہے؟ پاکستان وانڈیا میں ان جلسوں کو سیرت سے زیادہ سیاسی بنا لیا جاتا ہے یا ایک دوسرے مذہب پر یا ایک دوسرے فرقہ پر گند اچھالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان تذکروں کے بیان میں اگر بعض بدعات ملادی جائیں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا اصل مقصد توحید کا قیام ہے۔ لیکن مولود کی محفلیں کرنے والوں میں دیکھا جاتا ہے کہ اس میں بہت سی بدعات ملادی گئی ہیں، جس نے ایک جائز اور موجب رحمت فعل کو خراب کر دیا ہے۔ آنحضرتؐ کا تذکرہ موجب رحمت ہے، مگر غیر مشروع امور و بدعات منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔ بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا تذکرہ ہی حرام ہے (نعوذ باللہ)۔ آنحضرتؐ کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بے باکی ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ کی سچی اتباع محبوبِ خُدا تعالیٰ بنانے کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح بعض لوگ مولود کے ذکر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ خود بنفس نفیس تشریف لے آئے ہیں۔ یہ بھی ان کا طریق ہے کہ جلسہ ہو رہا ہوتا ہے، مولود کی محفل ہو رہی ہوتی ہے، اس میں لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مجلس میں لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، تقریر کرنے والا مقرر کچھ بول رہا ہوتا ہے، یکدم کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ہیں، سارے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں، جب کہ ایسی مجالس میں بعض اوقات ایسے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں، جو نہ صرف تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں بلکہ وہ اسلامی شعار کی پابندی بھی نہیں کرتے ہیں اور ممنوعہ حرکات بھی کرتے ہیں۔

جو شخص وہابی بنتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کو دل میں جگہ نہیں دیتا وہ بے دین آدمی ہے۔ انبیاء علیہ السلام کا وجود بھی ایک بارش ہوتی ہیں، وہ اعلیٰ درجہ کے روشن وجود ہوتے ہیں، خوبیوں کا مجموعہ ہوتے ہیں، دنیا کے لئے ان میں برکات ہوتی ہیں۔ اگر بدعات نہ ہوں اور جلسوں میں تقاریر ہوں جن میں آنحضرتؐ کی سیرت بیان کی جاتی ہو، کچھ نظمیں خوش الحانی سے پڑھی جائیں تو اچھی بات ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (سورۃ آل عمران: 32) یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اب جب ہم میلاد النبیؐ کی رسوم و بدعات پر اور آنحضرت ﷺ کی سیرت پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بھی روٹیوں پر قرآن کریم نہیں پڑھا تھا، جب کہ آجکل کے مولوی حضرات مجلسیں کرتے ہیں، محفلیں کرتے ہیں اور اس قسم کی بدات کرتے ہیں، جس کے بعد روٹیاں یہ کہہ کر تقسیم کی جاتی ہیں کہ ان پر قرآن کریم پڑھا گیا ہے، مولود کی روٹی ہے، بڑی بابرکت ہوگئی ہے۔ قرآن کریم تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی ہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کرو۔ اگر آنحضرت ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنی ہے تو کیا یہ کہیں ثابت ہے کہ آپؐ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے قرآن کریم خوش الحانی سے سنا اور جب یہ آیت و جعلنا بک علیٰ ھو لا ء شھیدا (النساء: 32)، یعنی ہم تجھے ان لوگوں کے متعلق بطور گواہ لائیں گے، کے سننے پر آپؐ رو پڑے۔ یہ رونا اصل میں آپؐ کی عاجزی کا انتہائی مقام اور اللہ تعالیٰ سے محبت میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپؐ کو یہ مقام عطا فرمایا۔

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مولود کے دن جلسہ کرنا، کوئی تقریب منعقد کرنا منع نہیں ہے، بشرطیکہ ایسے مواقع پر کسی قسم کی بدعات نہ ہوں۔ جلسہ میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے جائیں۔ اس طرح کے پروگرام صرف ایک دن، یعنی 12 ربیع الاول کو ہی منعقد نہ ہوں بلکہ پورے سال میں اس طرح کے پروگرام منعقد کرنے چاہئیں۔ ایسے اجلاسوں میں غیر مسلم دوستوں کو بھی مدعو کیا جائے تاکہ ان کو بھی آنحضرت ﷺ کی سیرت کا علم ہو۔ اسی طرح غیر مسلم لوگوں میں سے اہل علم حضرات سے بھی آپؐ کی سیرت پر تقاریر کروائی جائیں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بہت سارے پہلو ہیں، ان کو ایسی مجالس میں بیان کیا جائے تو نہ صرف مسلمانوں کو اس سے فائدہ ہوگا بلکہ غیر مسلم بھی ضرور مستفیذ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرتؐ کی سیرت کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذہب کی حقیقت۔

پیشوا انٹرنیشنل۔نیوز ڈیسک

مولانا شرف الدین صاحب مرحوم کے صاحب زادے جناب خلیل شرف الدین صاحب کی کتاب ''مذہب کی حقیقت'' سے لیا گیا ایک اہم مضمون قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

جو مذہب روٹی کا مسئلہ حل نہیں کرسکتا وہ مذہب نہیں ہے۔ مداری کا کھیل ہوتو ہو۔ جو مذہب ظلم کی روک تھام نہیں کرسکتا وہ مذہب نہیں ہے، بھانڈوں کی نقالی ہوتو ہو۔ مذہب اپنی سیاست سے روٹی کا مسئلہ بھی حل کرسکتا ہے اور ظلم کا انسداد بھی کرسکتا ہے۔ مذہب اور مذہبی سیاست دونوں آج مفقود ہیں۔ نہ کوئی رعایا مذہبی ہے اور نہ اسلامی حکومتوں کا قیام آج مذہب پر ہے۔ ان حکومتوں کی اساس اگر مذہب ہوتا تو ان ممالک میں یتیم پہچانا نہ جاسکتا اور مسکین کی نشان دہی محال ہوتی۔ یہ تمغہ امتیاز اگر انہیں حاصل ہوتا تو بعید نہیں کہ دنیا انہیں خیر اُمت کا لقب دیتی اور ہمیں موقع ملتا کہ غیر مذہبی ممالک سے ظلم اور سنگ دلی اور حرص دُور کرنے کے لئے ہم تعاون کی اسکیم چلاتے اور اشتراک عمل کی دعوت دیتے۔

دنیا میں آج اسلامی سیاست کارفرما نہیں ہے۔ جو سیاست جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بول رہی ہے وہ یا تو یورپ کی ہے یا امریکہ کی یا روس کی یا چین کی۔ ہم کسی زمانے میں خیر اُمت رہے ہوں، لیکن آج نہیں ہیں۔ ہماری سیاست کسی زمانے میں قابلِ قدر رہی ہو، لیکن آج نہیں ہے۔ آج ہم یا تو یورپ کے ستِ نگر ہیں یا امریکہ کے، یا روس کے یا چین کے اور ہماری سیاست کا دارومدار عیب جوئی اور شکوہ سنجی پر ہے۔ جب تک ہم نکتہ چینی نہ کریں ہمارا کھانا ہضم نہیں ہوتا اور جب تک ہم واویلا نہ مچائیں ہمیں ڈکار نہیں آتی۔ ہمارا طریق عمل ہمارے نزدیک کتنا ہی قابل فخر کیوں نہ ہو، لیکن وہ ایسا نہیں ہے کہ روس اور امریکہ اور دوسری قومیں اس طرف لپکیں اور نہ اپنانے پر گھاٹے میں رہیں۔

کہتے ہیں کہ کوا ہنس کی چال چلنے لگا تو اپنی چال بھی بھول گیا۔ یہی حال ہمارا ہے۔ ہم دوسروں کی نقالی میں کوشاں ہیں لہذا دنیا میں ہمارا کیا رول ہے۔ وہ ہم بھلا بیٹھے ہیں۔ سب حکومتیں پاسپورٹ بناتی ہیں لہٰذا ہم بھی پاسپورٹ بناتے ہیں سب حکومتیں اپنے اپنے ملکوں میں غیر ملکیوں کو کام کے پرمٹ دیتی ہیں۔ وہاں پرمٹ کے بغیر کوئی بھوکا غیر ملکی روٹی نہیں کما سکتا۔ لہٰذا یہ سسٹم ہم نے بھی رائج کرلیا ہے۔ (اگرچہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) سب ممالک حریص ہیں لہٰذا ہم بھی حریص ہیں ۔ سب ممالک مسلح ہیں لہٰذا ہم بھی مسلح ہیں (اگرچہ ہم اپنا اسلحہ اپنے بھائیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگانے کیلئے استعمال کرتے ہیں) سب ممالک اپنا اپنا جھنڈا رکھتے ہیں لہٰذا ہم بھی اپنا اپنا جھنڈا رکھتے ہیں۔ تمام ممالک اقتدار حاصل کرنے اور اقتدار قائم رکھنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز وسائل اختیار کرتے ہیں لہٰذا ہم بھی اقتدار حاصل کرنے اور اقتدار قائم رکھنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز وسائل اختیار کرتے ہیں۔ اغیار اگر گدھے ہیں تو ہم بھی گدھے بننے کو تیار ہیں۔ اس میں کیا مضائقہ ہے کہ دوسرے ممالک والے ذرا بڑے قسم کے گدھے ہیں اور ہمارا سائز چھوٹا ہے۔ سوال گدھے بننے کا ہے۔ بڑے چھوٹے کا نہیں ہے۔ اس میں کوئی فرق ہو تو بتلائیے۔ گدھا۔ بقول مارک ٹوین۔ بلی کے سائز کا بھی ہوا کرتا ہے۔

ہم بندروں کی سی مضحکہ خیز نقالی کے بجائے عقلمندوں کی طرح دوسروں کی اچھی باتیں اخذ کرتے تو ہمارے لئے یہ طریقہ سُودمند

ہوتا۔

خوب تر ہم سے ہیں اُن کے دل میں اخلاقی اصول
گو نہیں ہے دینِ ابراہیمؑ اُن کے ہاتھ میں

ہم جاپان سے تعلیم وتربیت کے طریقے سیکھ سکتے ہیں ۔ انگلستان سے دُور اندیشی سیکھ سکتے ہیں۔ جرمن سے نظم ونسق سیکھ سکتے ہیں، سوئٹزر لینڈ سے صفائی سیکھ سکتے ہیں۔ ناروے سے صحت قائم رکھنے کے اصول سیکھ سکتے ہیں، ہالینڈ سے ٹاؤن پلاننگ سیکھ سکتے ہیں۔ امریکہ سے نظام عمل سیکھ سکتے ہیں، روس سے بنجر جگہوں کو آباد کرنا سیکھ سکتے ہیں، چین سے کفایت شعاری سیکھ سکتے ہیں۔ سب سے قسم قسم کے ہُنر سیکھ سکتے ہیں اور سب کو دیکھ کر ہم پیہم عمل کرنے کی عادت ڈال سکتے ہیں۔

ہم اپنے اوصاف حمیدہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں سراپا گندگی ہی گندگی نظر آئے گی۔ دانتوں کی گندگی، جسم کی گندگی، کپڑوں کی گندگی ، زبان کی گندگی ، دماغ کی گندگی ، جہالت کی گندگی ،قول وقرار توڑنے کیئ گندگی، بے وفائی کی گندگی ، وعدوں پر قائم نہ رہنے کی گندگی، بُخل کی گندگی، بے کاری کی گندگی، کاہلی کی گندگی، بے ایمانی کی گندگی، نفس پرستی کی گندگی، چرب زبانی کی گندگی، گالی گلوچ کی گندگی، عیب جوئی کی گندگی، شکوہ سنجی کی گندگی، غرور وتکبر کی گندگی، فخر ومباہات کی گندگی، ڈینگیں مارنے میں اُستاد ہونے کی گندگی عقل کُل کے حق دار سمجھنے کی گندگی، بد پرہیزی کی گندگی، زود رنجی کی گندگی، دوغلے پن کی گندگی، خود پسندی کی گندگی، تدبیر وتدبر کو پاس پھٹکنے نہ دینے کی گندگی وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی شخص یہ گندگیاں چھوڑنا چاہے گا تو تو اُسے قدرے وسیع میدان طے کرنا ہوگا۔ ان کی فہرست ذرا طویل ہے۔ اور اگر کہیں وہ ہمت کر کے اس مرحلہ کو عبور کر لے تو وہ اپنے آپ کو بے یارومددگار پائے گا۔

ہم دنیا وآخرت میں اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ مذہب کی حقیقت کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں، ورنہ ہمارا انتشار جس طرح صدیوں سے چلا آ رہا ہے اسی طرح صدیوں تک چلا جائے گا ۔سینکڑوں سال سے ہم پراگندہ حال ہیں، ذلیل وخوار ہیں، غریب ہیں بھیک مانگتے ہیں،، میلے ہیں، بیمار ہیں ، گندگی ہماری طبیعت ثانیہ بن گئی ہے ۔ ننگے رہنے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ ہم جاہل، ہمارے باپ دادا جاہل، ہمارے بچے جاہل، ہمارے پوتے جاہل، جہالت سے گویا ہمیں خاص لگاؤ ہے۔ ہماری عورتیں بدبو دار، ہم بدبودار، ہمارے گھر بدبودار، ہمارے محلے بدبودار، بدبو پر گویا ہمارا ہی حق ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک ہمارا ایک ہی حال ہے۔ عرب کے خاص خاص علاقوں میں آج کل دولت ہے لیکن وہاں بھی بدبودار محلے موجود ہیں، ہفتوں اور مہینوں نہ نہانے والے موجود ہیں ۔ دانتوں پر کائی افراط سے موجود ہے، جہالت موجود ہے، جمود موجود ہے، فخر ومباہات موجود ہے، غریبوں کے محلے موجود ہیں ۔ انہیں دیکھ کر آدمی کا خیال اس طرف جاتا ہی نہیں کہ ان ہی کے آباء واجداد دنیا کی تعلیم وترقی کے علمبردار تھے۔

ہم نے مذہب کو ایک ہوّا بنا رکھا ہے اور وہ ہوّا ہم لوگوں کا مشغلہ ہے ۔ جو لوگ اس مشغلہ میں اپنا سر دھن رہے ہیں وہ تمام کے تمام اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں ۔ کیونکہ مذہب ایک مشغلہ نہیں ہے۔ مذہب چلنے کے راستے کو کہتے ہیں جس پر چل کر کوئی مقصد حاصل کیا جائے۔ اگر مقصد موجود نہ ہو تو چلنے کے راستے کی ضرورت ہی نہیں ۔ اگر آپ کو مرغ مسلّم تیار کرنا ہو تو اس کے لوازمات بھی ضروری ہوں گے اور اس کے پکانے کی ترکیب بھی ضروری ہوگی۔ ترکیب کو رٹنے سے ترکیب پر عمل کرنے سے قیامت تک آپ کو مرغ مسلّم نہیں ملے گا ۔ پس چلنے کے راستے کو عربی زبان میں مذہب کہتے ہیں ۔ اس راستہ پر جا کر اگر آپ چلنے کے بجائے بیٹھ جائیں تو آپ کی مرضی ۔ آپ کہیں پہنچ نہ پائیں گے ۔ اور دنیا آپ پر ہنسے گی۔

زاہد ازیں نماز تو کارے نمی رود
ہم مستیء شبانہ و راز و نیازِ من

باتبصرہ خبریں

پیشوا انٹرنیشنل۔ نیوز ڈیسک

شاہ رخ جتوئی کی رہائی

گزشتہ دنوں شاہ رخ جتوئی کو عیا شانہ قید سے رہا کر دیا گیا ہے۔ نام نہاد قید سے رہائی کے بعد یہ شاہ زیب نامی نوجوان کا قاتل ہنستے ہوئے، دو انگلیوں سے فتح کا نشان بناتے ہوئے، بغیر نمبر پلیٹ گاڑیوں کے جلو میں اپنے گھر گیا۔ اور قانون کے رکھوالے بے بسی سے قانون کی دھجیاں بکھرتے دیکھتے رہے۔

۲۵ دسمبر ۲۰۱۲ء کو شاہ زیب نامی نوجوان کو اس وقت سر عام گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا جب مقتول نے اپنی بہن پر نازیبا فقرے کسنے سے روکا تھا۔ قتل کرنے کے بعد قاتل جتوئی دوبئی فرار ہو گیا تھا۔ قاتل کے فرار ہو جانے پر سوشل میڈیا، سول سوسائٹی اور عوام نے بھرپور تحریک چلائی۔ بالآخر چیف جسٹس آف پاکستان کے حکم پر قاتل کو واپس لایا گیا۔ دہشت گردی کے تحت قائم ہونے والے مقدمے میں شاہ رخ جتوئی اور سراج تالپور کو سزائے موت سنائی گئی۔

سزائے موت سنائے جانے کے بعد جتوئی خاندان نے نہ جانے کتنا دباؤ ڈالا کہ وارثان مقتول صلح پر مجبور ہو گئے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ دہشت گردی کی دفعات کے تحت ملنے والی سزا کو دیت کے تحت ہونے والی صلح بھی معطل نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں ہائی کورٹ نے اپنا ناجائز رول ادا کرتے ہوئے، قاتل کے خلاف نا صرف دہشت گردی کی دفعات ختم کر دیں بلکہ ان دفعات کے تحت دی جانے والی سزائے موت کو بھی کالعدم قرار دے کر قانون و آئین کے منہ پر کالک پوت کر قاتل کی رہائی کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور کر دیں۔

قاتل شاہ رخ جتوئی کی رہائی نا صرف قانون و آئین کے بلکہ گونگی شرافت کے منہ پر پڑنے والا ایسا زوردار طمانچہ ہے جس کی گونج سے تاریخ کا سینہ تھراتا رہے گا۔

تحریک عدل اور تحریک قصاص

نواز شریف نے تحریک عدل کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ تحریک عدل کسی کے خلاف نہیں بلکہ انصاف کے حصول کے لیے ہے۔

پینتیس سال تک اقتدار کے مزے لوٹنے والا بستر مرگ پر پڑا حکمران جب یہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ ناانصافی کر کے انصاف کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اور میں اس ناانصافی کے خلاف تحریک عدل چلا کر انصاف حاصل کروں گا۔ تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ وطن عزیز میں عوام کے درد و الم کا کیا حال ہوگا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ تحریک عدل چلانے والے کی اپنی سیاسی جماعت حکمران ہے اور اس جماعت کی پارلیمنٹ میں اکثریت بھی ہے۔

ایسی باتیں کرتے ہوئے نواز شریف صاحب کو شرم بھی نہیں آتی۔ افتخار چوہدری کے جناب بڑے ہمدرد تھے، حالانکہ انہوں نے مشرف کو حکومت کرنے کی اجازت دی تھی اور پھر مشرف کا پیدا کردہ حلف اٹھایا تھا۔ نواز شریف کیا نہیں جانتے کہ ناانصافی کے منحوس پودے ہمارے اس آئین میں موجود ہیں جس آئین کی جگالی، سیاستدان، فوجی اور مولوی دن رات کرتے ہیں۔ نواز شریف اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بدنام زمانہ آمر ضیاء الحق نے آئین کی کم از کم نوے بار بے حرمتی کی جس سے آئین کی حالت اس فاحشہ جیسی ہو گئی ہے جسے بار بار نوچا گیا ہو۔ نواز شریف نے آئین سے گند نکالنے کے لیے کئی ترامیم کیں، مگر صرف وہی گند نکالا جس کی زد میں وہ خود آتے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آئین کو مکمل طور پر بحال کرتے۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ ایسا ہی کرتے تو نااہل نہ ہو سکتے تھے، ۶۲، ۶۳ بھی ضیاء الحق کی دین ہے۔ پاکستان کی ایک کمزور اقلیتی جماعت بھی اسی آمر کی گندگیوں کا شکار نواز شریف کے دور حکومت میں رہی۔ جب تک آئین کی رگوں میں غیر اسلامی و غیر اخلاقی دفعات کی صورت میں بہنے والا گندا خون

فلٹریشن کے مراحل سے گزر کر صاف، پاک نہیں ہوتا تب تک نا انصافی جیسی غلیظ بیماری سے چھٹکارا ممکن نہیں۔

مولوی طاہر القادری کی تحریک قصاص بھی تحریک عدل کی طرح ناکارہ تحریک ہے۔ یہ بات مولوی طاہر القادری بھی جانتے ہیں اسی لیے انہوں نے شور شرابے کو چٹخارے دار بنانے اور نتیجہ خیز ہونے کی امید پر ختم نبوت قانون کی آڑ میں سیاست چمکانے کا فیصلہ کیا ہے۔

۱۴ شہیدوں کے لاشوں کو انصاف ملنا چاہیے مگر ایسا اس لیے نہیں ہو سکتا کہ حکمران جماعت کا سربراہ انصاف کے لیے خود تحریک عدل چلا رہا ہے، بلاول اپنی ماں بے نظیر کے لیے انصاف مانگ رہا ہے، مولوی گزشتہ ستر برس سے نظام عدل یعنی نظام مصطفیٰ مانگ رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عمران خان گزشتہ تیس برس سے تحریک انصاف چلا رہے ہیں۔

مولوی طاہر القادری صاحب کو مولوی خادم حسین رضوی، پیر افضل قادری، مولوی آصف جلالی اور پیر حمید الدین وغیرہ میں سے کسی ایک کی بیعت کر لینی چاہیے۔ رضوی کی بیعت زیادہ فائدہ مند ہوگی۔ مولوی طاہر القادری کے طویل دورانیے کے دھرنے مکمل طور پر ناکامی کا منہ دیکھ چکے ہیں۔ جلالی کا کمال دیکھیں ۱۳ دن میں مقاصد حاصل کر لیے، رضوی اور افضل قادری نے ۲۳ دن میں حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، چیف آف آرمی اسٹاف نے ان کی حوصلہ افزائی دھرنے میں آکر فرمائی، وزیر قانون زید حامد کے استعفیٰ کی کاپی ان کی خدمت میں پیش کی اور شرکاء دھرنا کو سفری اخراجات کے لیے بند لفافوں میں رقم بھی دی۔ لیڈران کو کروڑوں روپے تاوان ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا، تمام گرفتار شدگان کو رہا کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا اور حسب ارشاد کچھ لوگوں کو فوراً رہا کر کے اپنے اخلاص پر مہر لگائی گئی۔

مولوی طاہر القادری صاحب کو صرف یہ کرنا ہوگا اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے، کسی مصروف ترین شاہراہ پر اپنے چند ہزار لٹھ بردار مریدوں کے ساتھ دھرنا دیں۔ اپنے جوش خطابت کے دوران بالکل نئی طرز کی گالیاں حکمرانوں، سیاستدانوں، ججوں اور فوج کو سنائیں، انہیں نا صرف گالیوں سے نوازیں بلکہ کوسنے، بددعائیں اور دھمکیاں بھی دیں۔ جبکہ یہ سب مخالفین کو دے رہے ہوں اپنے کارکنوں کی تواضع اچھے سے اچھے کھانے، پھل فروٹ اور خشک میوہ جات سے کرنا نہ بھولیں۔ لوگوں کی پریشانیوں کو قطعاً خاطر میں نہ لائیں۔ لوگوں کی لعنتوں اور بددعاؤں کو سمیٹتے ہوئے، مسافروں کی آہوں، بیماروں کے درد و الم سے لاپرواہ ہو کر بیچ سڑک کے چوری کی بجلی سے شور مچانے والے لاؤڈ اسپیکر سے اذان دے کر نماز باجماعت ادا کریں۔ ناپاکی اور بدبو برداشت کریں، شاہراہ پر نیک مقصد کے حصول کے لیے گند کرنا اور اس گند پر رہنا نام نہاد مولوی کی سرشت میں داخل ہے۔ ہمارا حسن ظن ہے کہ مولوی طاہر القادری صاحب نفاست پسند ہیں۔ ہمارے ملک میں نفیسوں کی قدر و قیمت نہ ہونے کے برابر ہے۔ جو گند پر بیٹھ کر گند کرے، جو اخلاق سے گری بات کرے، بدمعاشی جس کی رگ رگ میں ہو، کفر، زندیق اور مرتد کے فتوؤں کی گٹھڑیاں جن کے جبہ و دستار کی زینت ہوں، صرف ایسے لوگوں سے حکومت، جج اور فوجی نا صرف خوف کھاتے ہیں بلکہ ان کے ناجائز مطالبات کو بھی مان لیتے ہیں۔ اگر مولوی طاہر القادری صاحب واقعی ۱۴ شہیدوں کے لیے انصاف چاہتے ہیں تو اس انصاف کے لیے ان کو بہر حال مولوی خادم حسین رضوی کی طرح گند کرنا، گند پر بیٹھنا اور گند بکنا پڑے گا۔

قارئین جوش ملیح آبادی نے ہر قسم کی ملائیت کے متعلق کہا تھا

کان میں سُن یہ بات ہے نشتر	مولویت ہے موت سے بدتر

جناب عطاء الحق قاسمی اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں:۔
نظام مصطفیٰ ﷺ تحریک کے دنوں میں بھٹو مرحوم کا تاریخی جملہ ''انہیں اسلام نہیں اسلام آباد چاہیے'' آج کل کا لیکن آئندہ ایک تاریخی بن جانے والا جملہ ''ان کا مسئلہ ختم نبوت ﷺ نہیں ختم حکومت ہے!''

(بشکریہ روزنامہ جنگ ۲ جنوری ۲۰۱۸ء)

حبیب آقا رسول اللہ ﷺ اور راستے کے حقوق

شگفتہ حسن صاحبہ۔لندن

گزشتہ دنوں ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیمات کا آپؐ کے نام پر سر بازار مذاق اڑایا گیا۔جسٹس شوکت صدیقی جیسا تشدد پسند جج جس نے ممتاز قادری کا نا صرف مقدمہ لڑا تھا بلکہ اس کا منہ بھی چوما تھا، چیخ اُٹھا کہ شرکاء فیض آباد اسلام آباد دھرنا توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں۔آپ ذرا تصور تو کریں اس ماں کے جذبات جس کا آٹھ ماہ کا مردہ بچہ اس کی گود میں یہ کہہ کر ڈال دیا جائے کہ دھرنا شرکاء کے راستہ نہ دینے کے سبب اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا تھا۔۲۳ دن تک لاکھوں شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، طالبعلم، ملازم، مریض اور مسافر اذیت ناک صورتحال کا سامنا کرتے رہے۔تاجروں کو اربوں روپے کا نقصان ہوا۔اس دھرنے کے دوران میٹرو بس سروس بند رہی۔میٹرو بس اسٹیشن کو شدید نقصان پہنچایا گیا ، کیمرے توڑ دیے گئے ، ہزاروں لوگوں نے مل کر گندگی کے ڈھیر لگا دیے، بجلی چوری کی گئی ۔ ہزاروں افراد کے پاخانہ نے فیض آباد چوک کو بدبودار کر دیا۔عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ بیچ چوک میں لوگوں کا راستہ روک کر نماز ادا کی گئی۔اس کے متعلق کوئی مفتی ہی فتویٰ دے سکتا ہے کہ راستہ روک کر ادا کی جانے والی نماز، نماز ہے یا نہیں اور یہ کہ چوری کی بجلی سے استعمال ہونے والے لاؤڈ اسپیکر کو نماز کے لیے یا تقاریر کے لیے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے غلیظ گالیاں بکی گئیں ۔ مولویوں نے گالیاں دیں،اور تماشبین ان گالیوں پر بھی سبحان اللہ کہتے سنائی دیے۔ہمیں اسلامی تعلیمات میں یہی دکھائی دیا ہے کہ اسلام میں گالی دینا ناجائز ہے،شاید دھرنا مولویوں کے نام نہاد اسلام میں جائز ہے۔قرآن مجید فرقان حمید کے مطابق فحشا کا حکم شیطان دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ترجمہ:''شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں فحشاء کا حکم دیتا ہے۔جبکہ اللہ تمہارے ساتھ اپنی جناب سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔　　　　(سورۃ البقرہ۔آیت ۲۶۹)

اس آیت کے مطابق اگر یہ سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ شیطان کی بات ماننے والا اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں ہوسکتا۔پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ''اور تم ان کو گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔(سورۃ الانعام ۔آیت ۱۰۹)اس مقدس آیت میں ان لوگوں کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں ہے جو اللہ کو نہیں پکارتے ۔اور فیض چوک میں جن کو گالیاں دی گئیں ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو خود کو مسلمان نہ کہتا ہو۔حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!کون سا مسلمان افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔قارئین یہ حقیقت ہے کہ دھرنا لیڈران نے اللہ اور اس کے رسول کے مقدس ارشادات کو پس پشت ڈال کر خود کو شیطان کی پیروی کر کے اسکا چیلا ہی ثابت کیا ہے۔ان لیڈران کی زبان اور ہاتھوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچا کر اسلام کی قطعاً خدمت نہیں کی،صرف اسلامی زندگی بخش تعلیمات کا مذاق اڑایا ہے۔یک حدیث میں منافق کی یہ نشانی بھی بیان ہوئی ہے کہ جب جھگڑتے ہیں تو گالی گلوچ سے کام لیتے ہیں۔(جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا بھی منافق کی بڑی علامات ہیں) عجیب بات ہے کہ منافق کی تمام علامات کی جھلکیاں دھرنا لیڈران میں پائی جاتی تھیں۔یو

ٹیوب میں موجود ویڈیوز میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ مختصراً یہ کہ گالی دینا بھی جھوٹ ہی ہوتا ہے، ان لیڈران نے کہا کہ دھرنے کے دوران ایک پتہ بھی نہیں ٹوٹا۔ کیا کیمرے اور سڑک کی توڑ پھوڑ شیطانوں نے کی تھی۔ رضوی اور جلالی نے ایک دوسرے سے تعاون قائم رکھنے کا وعدہ کیا تھا جو ایفاء نہ ہوا۔ ان لیڈران کے پاس دین کا علم قوم کی امانت تھا جسے انہوں نے ناجائز مقاصد کے لیے استعمال کر کے امانت میں خیانت کی ہے۔

رستہ کے حقوق کی تعلیم جس شاندار طریقے سے اسلام نے پیش کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''رستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہمیں اپنی مجالس کے بغیر چارہ نہیں جن میں ہم باتیں کریں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :۔

فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقه ،قالوا وما حقه قال غض البصر وكف الاذى ورد السلام والامر بالمعروف و النهى المنكر۔

(صحیح مسلم جلد یازدہم کتاب اللباس والزینۃ حدیث نمبر ۳۹۴۶)

اگر تم مجلس لگانے پر اصرار کرتے ہو تو پھر رستہ کو اس کا حق دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دینے سے رُکنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور ناپسندیدہ بات سے روکنا۔

راستے کے حقوق میں یہ بات بھی شامل ہے کہ بازار میں یا سڑکوں پر کس طریق سے چلا جائے۔ حضرت ابواسید انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو مسجد سے باہر جس وقت گلی میں مردوں کے ساتھ مل کر بھیڑ کی شکل میں چل رہی تھیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خواتین راستے کے ایک طرف ہو کر چلیں۔ یہ مناسب نہیں کہ وہ راستے کی روک بن جائیں۔ حضرت ابواسید انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد عورتیں سڑک کے ایک طرف ہو کر دیوار کے ساتھ ساتھ چلا کرتیں۔ بعض اوقات تو اس قدر دیوار کے ساتھ لگ کر چلتیں کہ ان کے کپڑے دیوار کے ساتھ اٹک اٹک جاتے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق)

انسانوں کے دکھوں اور تکلیفوں کے ازالہ کے لیے اسلام کی دلکش تعلیمات سے روگردانی ہی امت محمدیہ کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو انسانی جان اس قدر عزیز تھی کہ آپؐ نے انسانی جان کو پہنچنے والے ہر دکھ اور تکلیف کے ہر ممکن ازالہ کے لیے ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد یا بازار سے گزرے تو اپنے نیزہ کی انّی کو پکڑ لے ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو لگ جائے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجہاد۔ باب فی النبل یدخل فی المسجد)

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مَیں نے ایک آدمی کو دیکھا جو جنت میں پھر رہا تھا۔ اس نے صرف یہ نیکی کی تھی کہ ایک کانٹے دار درخت کو جس سے راہ گزرنے والے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی راستے سے کاٹ دیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے راستہ میں ایک درخت کی ٹہنی کو لٹکتے ہوئے دیکھا جس سے مسلمانوں کو گزرتے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس ٹہنی کو کاٹ کر پرے ہٹا دوں گا تاکہ مسلمانوں کو یہ تکلیف نہ دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس (کے اس فعل) کی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق)

آنحضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''جو شخص رستے پر پاخانہ پھرتا ہے اس پر لعنت ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب کراھیۃ التبرز فی الطریق)

اگر ان راستہ کے حقوق کو شرکاء دھرنا پر چسپاں کر کے دیکھیں

تو معلوم ہوگا کہ مذہب کے نام پر راستہ روکنے والے ان راستہ کے حقوق سے نابلد ہیں یا ان حقوق کی انکی نظر میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔شرکاء دھرنا ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے تمام مقدس ارشادات پر خطِ تنسیخ کھینچ کر آپؐ کی آفاقی تعلیمات کا مذاق اڑا کر نا صرف رسول اللہ ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کا مذاق اڑایا ہے۔ان مذہبی کہلانے والے لال بجھکڑوں کو عزت دینے والے اس لیے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں کہ وہ ان لال بجھکڑ قسم کے مولویوں کو نجات دہندہ سمجھ کر اپنے دماغ استعمال نہیں کرتے۔ایک لطیفہ ہے کہ مٹکے میں اناج رکھا ہوا تھا،اس مٹکے سے اناج کھانے کی کوشش میں بکری کے سینگ پھنس گئے۔بکری مٹکے سمیت بھاگنے لگی، مٹکے والے اور سب گاؤں والوں کی کوششیں بیکار جانے پر گاؤں کے لوگوں نے گاؤں کے مشکل کشا لال بجھکڑ لالہ جی کو بلایا اور پوچھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ بکری مٹکے سے علیحدہ ہو جائے اور مٹکا بھی نہ ٹوٹے؟ لالہ جی نے کہا کہ چھری لاؤ، چھری آئی تو لالہ جی نے بکری کی گردن کاٹ کر الگ کر دی اور مٹکا الگ۔سب گاؤں والوں نے کہا واہ! لالہ جی! واہ! اب گاؤں والوں نے مٹکے سے کٹا ہوا بکری کا سر نکالنا چاہا، وہ بھی نہ نکلا۔لوگوں نے کہا اب سر مٹکے سے نہیں نکل رہا۔لالہ جی نے کہا مٹکا ادھر لاؤ، اور مٹکا توڑ کر بکری کا سر نکال لیا۔لوگوں نے کہا واہ! لالہ جی۔

شرکاء دھرنا اور ان کے ہم خیال لوگ یاد رکھیں، لال بجھکڑ قسم کے مذہبی لیڈران ان کی دنیا و آخرت خراب کرنے کے درپے ہیں۔

’’اجتماع برائے ختم نبوت‘‘

عورت نے دونوں ہاتھ باندھ کر گود میں رکھے،ٹوٹی ہوئی صدارتی کرسی پر احتیاط سے ٹیک لگائی اور پھر خیالوں میں اداسی سے غرق ہوگئی اور کھڑکی سے آتی روشنی کی چوڑی پٹی میں ناچتے گرد و غبار کے ذروں پر نظریں جما دیں۔’’نفاذ اردو!‘‘ وہ سوچ رہی تھی۔’’**بروزن نفاذ مارشل لا یا نفاذ ختم نبوت**‘‘۔اس پر پھر ہنسی کا دورہ پڑا۔گزشتہ ہفتے وہ لاہور میں ایک قدیم مسجد، مسجد وزیر خان دیکھ کر آئی تھی جس کے شکستہ حال Entrance پر جس کے بارعب نیلے اور زمردیں نقش و نگار بتاتے تھے کہ کبھی وہ کتنی حسین و جمیل رہی ہوگی، بڑا سا بینر دیکھا تھا۔’’**اجتماع برائے ختم نبوت**‘‘ بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا کہ شہر کے کونوں کھدروں سے لاتعداد نبوت کے داعی نکل پڑے ہیں۔ ایک وبا سی پھیل گئی ہے جس کا فوری انسداد بے حد ضروری ہے۔

’’یہ سب قادیانیوں (احمدیوں) کی منڈیا رگڑنے کے لیے۔۔۔۔۔‘‘ تب اس نے افسوس سے سوچا تھا۔اور بچارے قادیانی (احمدی) کیا کہتے ہیں۔۔۔ایسا سننے کی کسی کو فرصت نہیں۔کبھی اسکول کے زمانے میں ایک قادیانی (احمدی) لڑکی اس کی ہم جماعت تھی، وہ خوش بخت اس قدر روزہ، نماز کی پابند تھی کہ اس سے کبھی دوستی نہ ہو سکی تھی۔وہ روزہ نماز سب بیکار۔افسوس!

(فہمیدہ ریاض صاحبہ کے ایک افسانہ ’’دفتر میں ایک دن‘‘ سے ایک اقتباس)

ولیم کنراڈ رونتجن Wilhelm Conrad Rontgen

تحریر و تحقیق: رانا محمد حسن خاں

ایکس رے دریافت کرنے والے ولیم کنراڈ رونتجن ۲۷ مارچ ۱۸۴۵ء کو جرمنی کے صوبہ رائن میں پیدا ہوئے۔ ولیم کا باپ جرمن تھا اور والدہ ڈچ تھی۔ ولیم جب ہالینڈ میں ہائی اسکول کے طالب علم تھے انہیں اس وجہ سے اسکول سے نکال دیا گیا کہ انہوں نے ایک مضحکہ انگیز تصویر بنائی تھی۔ ہالینڈ میں ہائی اسکول کے ڈپلومہ کے بغیر کسی بھی یونیورسٹی میں داخلہ ممکن نہ تھا۔ سوئٹزرلینڈ کے سب سے بڑے شہر زیورخ میں موجود تعلیمی ادارے Federal Polytechnic Institute میں انہیں داخلہ مل گیا۔ یہاں ولیم نے تمام امتحانات پاس کرنے کے بعد مکینیکل انجنیئر کی ڈگری حاصل کی اور ۱۸۶۹ء میں یونیورسٹی آف زیورخ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسی یونیورسٹی میں پروفیسر August Kundt نے جن کے ولیم چہیتے شاگرد تھے، ولیم کو یونیورسٹی آف سٹراس برگ بھیج دیا۔ یہاں ولیم نے بطور لیکچرار اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۸۷۶ء میں انہوں نے جرمنی میں Hohenheim، Württemberg میں قائم Academy of Agriculture میں بطور پروفیسر کام کیا اور دو سال بعد انہیں University of Giessen کے شعبہ طبیعات کا سربراہ بنا دیا گیا۔ ۱۸۸۸ء میں University of Würzburg اور ۱۹۰۰ء میں انہیں صوبہ بائرن کی خصوصی درخواست پر University of Munich کے شعبہ طبیعات کا انچارج بنایا گیا۔

۱۸۹۵ء میں ولیم Nikola Tesla اور دوسرے مشہور سائنسدانوں کے بنائے سائنسی آلات کی مدد سے مختلف سائنسی نلیوں سے بجلی گزار کر نلیوں کے اندرون میں ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ شروع کیا۔ ایک دن ولیم شیشے کی ایک نلی میں سے جس سے تمام ہوا

۱۸۹۵ء میں ولیم Nikola Tesla اور دوسرے مشہور سائنسدانوں کے بنائے سائنسی آلات کی مدد سے مختلف سائنسی نلیوں

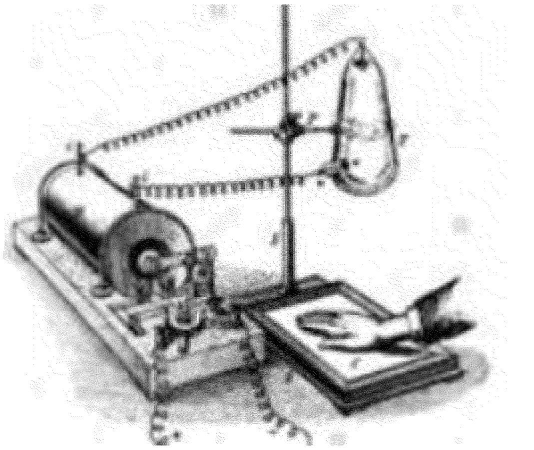

سے بجلی گزار کر نلیوں کے اندرون میں ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ شروع کیا۔ ایک دن ولیم شیشے کی ایک نلی میں سے جس سے تمام ہوا
خارج کر دی گئی تھی اور سیاہ کاغذ سے پوری طرح لپٹی ہوئی تھی بجلی کی رو گزار رہا تھا۔ تاریک کمرے میں ولیم نے مشاہدہ کیا کہ اس نلی سے گزرنے والی بجلی کی لہر جب ایلومینیم سے بنی کھڑکی جسے بجلی کی رو کے نلی سے نکل جانے کے لیے بنایا گیا تھا کے پاس سے گزرتی ہے تو پاس پڑے ہوئے barium platinocyanide کے ذرات چمکنے لگتے ہیں۔ اس نے نلی اور اس کارڈ کے درمیان جس پر یہ ذرے پڑے تھے مختلف اشیاء رکھ کر دیکھیں، ہر بار یہی علوم ہوا کہ ان اشیاء کا سایہ کارڈ پر پڑ رہا ہے۔ اس تجربہ کے بعد اگلے چند ہفتے تک ولیم تجربہ گاہ میں ہی رہا، کھانا بھی تجربہ گاہ میں کھاتا اور سوتا بھی وہیں تھا۔ ولیم بار بار تجربہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ تجربات کے دوران دریافت ہونے والی شعاعیں ان مادوں سے بھی گزر جاتی ہے جن میں سے معمولی روشنی نہیں گزر سکتی۔ ولیم رونتجن نے دریافت ہونے والی نئی شعاع کا نام ایکس رے رکھا یعنی نامعلوم شعاع۔ ان شعاؤں کو Röntgen rays بھی کہا جاتا ہے۔ ایک دن جبکہ وہ تجربہ کر

رہا تھا اس نے پہلی بار اپنی انگلیوں کا barium platinocyanide کی اسکرین پر radiographic عکس دیکھا۔ بعد میں ولیم نے بتایا کہ یہ وہ وقت تھا جب اس نے اپنے تجربات کی غلطیوں کو دور کرکے ان شعاؤں کو استعمال کرنے کا مربوط نظام بنایا۔ اس زبردست دریافت کے تقریباً دو ہفتے بعد اس نے سب سے پہلے اپنی بیوی Anna Bertha کے ہاتھ کی ریڈیوگرافک تصویر بنائی۔ جب اسکی بیوی نے اپنے ہاتھ کو ڈھانچہ کی صورت میں دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی!

I have seen my death!

First medical X-ray by Wilhelm Röntgen of his wife Anna Bertha Ludwig's hand

ولیم کا ایکس رے کے متعلق مقالہ On A New Kind Of Rays کے نام سے ۲۸ دسمبر ۱۸۹۵ء کو شائع ہوا۔ University of Würzburg نے انہیں اس نئی دریافت پر اعزازی طور پر ڈاکٹر آف میڈیسن کی ڈگری سے نوازا۔ انہیں Rumford Medal(1896) ، Elliott Cresson Medal(1896) Matteucci، Medal(1897) بھی عطا کیے گئے ۱۹۰۱ء میں انہیں ان کی سائنسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے نوبل انعام برائے فزکس عطا کیا گیا۔ یاد رہے ولیم رونٹجن پہلے سائنسدان ہیں جنہیں نوبل انعام برائے طبیعات سے نوازا گیا تھا۔ ولیم کی وفات کے بعد کم از کم تین سائنس دان ایکس ریز کے متعلق تحقیقات پر نوبل انعام حاصل کر چکے ہیں۔

ولیم کنراڈ رونٹجن کی شادی Anna Bertha (1872 تا 1919) کے ساتھ ہوئی تھی۔ بے اولاد ہونے کے باعث انہوں نے ایک چھ سالہ بچہ جو Anna Bertha کے بھائی کا بیٹا تھا گود لے لیا۔ ولیم کا باپ امیر آدمی تھا، اس کی وفات کے بعد ولیم کو وراثت میں دو ملین رائخ مارک ملے تھے۔(۱۹۲۴ء تا ۲۰ جون ۱۹۴۸ء تک جرمن کرنسی کا نام رائخ مارک تھا، یورو متعارف ہونے تک جرمن کرنسی کو جرمن مارک کہا جاتا رہا ہے) پہلی جنگ عظیم میں افراط زر کے باعث ولیم دیوالیہ پن کا شکار ہوگئے۔ زندگی کے آخری چند برس میونخ کے قریب آبائی گاؤں Weilheim میں گزار کر انسانیت دوست عظیم ولیم جنہوں نے امراض کی تشخیص کی نئی راہ دکھائی تھی، آنت کے کینسر کے باعث ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو وفات پا گئے ۔

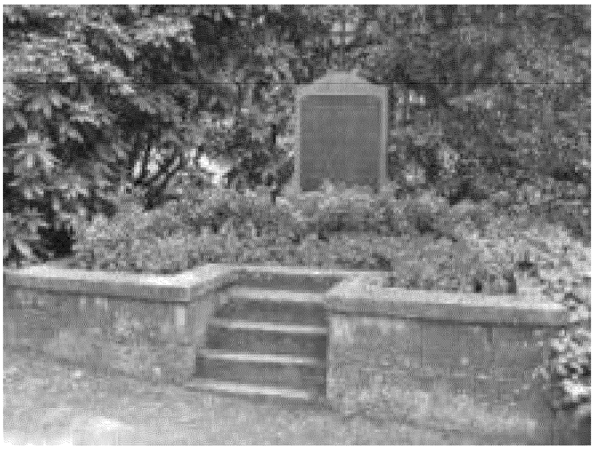

سانس اکھڑی ہوئی سوکھے ہوئے لب کچھ بھی نہیں
پیاس کا نام ہی روشن ہے بس اب کچھ بھی نہیں
سر احساس پہ دستارِ فضیلت نہ رہی
بس کر اب سلسلہء نام و نسب کچھ بھی نہیں
گل امکان نہ سرسبز کوئی برگ امید
یعنی اب کے تو سرِ شاخ طلب کچھ بھی نہیں
صبح تک پھر بھی نہیں ، بجھتے ہیں آنکھوں کے چراغ
جانتا ہوں کہ پس پردہء شب کچھ بھی نہیں
بے تعلق رہے برسوں تو کوئی بات بھی تھی
ان دنوں تم سے نہ ملنے کا سبب کچھ بھی نہیں
وضع داری ہی بکھرنے نہیں دیتی اختر
ورنہ ہم ٹوٹے ہوئے لوگوں میں اب کچھ بھی نہیں

سلطان اختر

”ہمیں ایک مرتبہ پھر محبت سے سرشار کردے“

پیشوا انٹرنیشنل ڈیسک

سُن اے سمیع سُن !
ایک مرتبہ پھر اس زمین پر امن، امید اور مسرت کے پھریرے لہرا دے
ایک مرتبہ پھر اس کے بیٹے بیٹیوں کا ہاتھ پکڑ
انہیں ادھورے پن سے نجات دے دے
پورا کردے انہیں
وہ ہوس اور بے صبری کی دلدل میں
بدصورت مینڈکوں کی طرح اوندھے منہ پڑے ہیں
انہیں پورے قد سے کھڑا کردے
ان کی عظمت آدم لوٹا دے
انہیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا سکھا دے
توفیق دے انہیں کہ تیری عطا کردہ قوت تخلیق سے
زمین کو حُسن اور معنی سے مالا مال کردیں
احترام ڈال دے ان کے دل و دماغ میں اس زمین کے لیے
اپنی اس ماں کے لیے
اس کی ساری مخلوق کے لیے
نسل، عقیدے، جنس اور ثقافت کا فرق ان کی وحدت میں نئے رنگ بھرے
وہ پورے کرہ ارض پر پھیلے ہوں لیکن ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر
وہ پورے کرہ ارض کو ایک ایسے دسترخواں کی شکل دے دیں
جس پر زمین کا سارا رزق زمین کی ساری مخلوق کے لیے عام ہو
چھا رب انسان ہی نہیں زمین کی ساری مخلوق سیراب و شاد کام ہو
اے ربّ العزت !
تُو نے اس زمین کی صورت میں جو جنّت ہمیں دی تھی
تُو نے اس زمین کی صورت میں جو جنّت ہمیں دی تھی
ہم نے اسے اپنے لیے جہنم بنا لیا ہے
یہ جہنم صرف نفاق اور نفرت ہی نہیں خوف سے بھی لبریز ہے
ایک دوسرے سے خوف اپنے آپ سے خوف
اور خوف تو محبت کی نفی ہوتا ہے
اور ساری محبتوں کی ابتدا اور انتہا
ہمیں ایک مرتبہ پھر محبت سے سرشار کردے
کہ محبت کے بغیر ہمیں نہ تو سچا امن نصیب ہوگا اور نہ سچی زندگی
ہم محبت سے محروم رہے تو خواہ تُو زمین کو سو مرتبہ بھی جنّت بنا دے
ہم ہزار مرتبہ اسے جہنم بنا کے رکھ دیں گے
ہم نے نفرت، نفاق اور خوف کو آزما کے دیکھ لیا ہے
اے ربّ العزت !
ہمارے وجود محبت کے لیے اس طرح ترس رہے ہیں
جیسے پیاسی زمین بارش کے لیے ترستی ہے
ہمیں محبت نصیب کردے

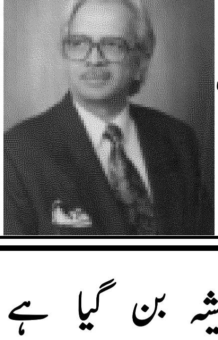

(سابق وزیراعلیٰ، گورنر، صحافی، مصور محمد حنیف رامے مرحوم کی ایک طویل نظم گونگی التجا سے یہ اشعار لیے گئے ہیں)

کذب و بہتان قوم کا پیشہ بن گیا ہے
ایسا تو ہونا تھا یہ مولوی کا شیطانی دَور ہے
بے غیرتی و سنگدلی کا علاج محبت کا پیغمبر ہے
اے میری قوم یہ بات قابلِ غور ہے

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

امراضِ اطفال:

اگر بچوں کی ٹانگیں کمزور ہوں، ہڈیوں کی نشونما صحیح نہ ہو، پیٹ موٹا اور سر بڑا ہو اور جلدی چل نہ سکے تو کلکیر یا کارب مفید ہے۔

اگر بچہ چلنے ہی میں نہیں بلکہ بولنے میں بھی دیر کرے تو نٹرم میور مفید ہے۔ اگر چلنے میں تو دیر نہ کرے بولنا دیر سے سیکھے تو کالی فاس مفید ہے۔نٹرم میور ۱۶ ایکس اور کالی فاس ۱۶ ایکس ملا کر دینا دیر سے چلنے اور بولنے والوں کے لیے بہت مفید نُسخہ ہے۔

اگر بونا پن ذہنی اور جسمانی ہو تو بڑائٹا کارب ۲۰۰ ہفتہ وار ایک دوخوراک اور ساتھ سلیشیا ۱۶ ایکس اور کلکیر یا فلور ۱۶ ایکس بہترین نُسخہ ثابت ہوتا ہے۔

اگر بچوں کی ریڑھ کی ہڈی میں خم پڑ جائے تو قد نہیں بڑھتا بلکہ ایسے بچے کُبڑے ہونے لگتے ہیں ایسے کبڑے پن کے لیے پلسٹیلا نہایت مفید ہے۔

بچوں کے قد بڑھانے کے لیے ہفتہ میں ایک بار برائیٹا کارب ۲۰۰ طاقت میں اور روزانہ دو بار کلکیر یا فاس وقفہ ڈال کر دینا نہایت مفید ہے۔

بچوں کے قد چھوٹے ہوں تو درج ذیل دو نسخے بہت مفید ہیں:۔

ا۔ برائیٹا کارب ۲۰۰، برائیٹا میور ۲۰۰، سوڈیم کلورائیڈ ۲۰۰ اور نیٹرم میور ۲۰۰ ملا کر ہفتے میں دو بار اور ساتھ میں فیرم فاس ۱۶ ایکس اور کلکیر یا فاس ۱۶ ایکس میں ملا کر دن میں دو تین بار۔

۲۔ بیسیلینم ۲۰۰ اور برائیٹا کارب ۲۰۰ میں ملا کر ہفتہ میں ایک بار اور ساتھ میں سلیشیا ۱۶ ایکس، کلکیر یا فاس ۱۶ ایکس اور نیٹرم میور ۱۶ ایکس ملا کر دن میں دو تین بار۔ اگر فرق نہ پڑے تو ۱۶ ایکس کی بجائے ۳۰ طاقت کر دیں۔

بچے کو تھوکنے کی عادت ہو اور ساتھ ضدی بھی ہو زنکم میٹیلیکم ۲۰۰ اور ہائیوسمس ۲۰۰ ملا کر ہفتے میں دو بار۔

بچہ روتے روتے سانس بند کر لیتا ہو کیوپرم ۳۰ دن میں دو تین بار یا سولینم نائیگرم ۳۰ دن میں تین بار اور ساتھ میں میگنیشیا فاس ۱۶ ایکس اور کالی فاس ۱۶ ایکس ملا کر روزانہ تین بار۔

بچیوں میں بلوغت کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو برائیٹا کارب ۲۰۰ مفید ہے۔

اگر پولیو سے ٹانگیں ٹیڑھی ہو جائیں تو سلفر ۲۰۰ اور برائیٹا کارب ۲۰۰ بہت اچھی دوائیں ہیں۔۔(باری باری دینا چاہیے)

اگر ذہنی کمزوری کی وجہ سے صبح کے وقت زیادہ بات سمجھ نہ آتی ہو۔

ہومیو فزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب ''**خزينة الشفاء**'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔اس کتاب کے تین سو ستر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور اُن کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973 Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

سست ، بے شعور اور تھکے تھکے رہیں رات کو یا شام کو بہتر محسوس کریں۔ ایسکولس ۲۰۰

داڑھوں میں کھوڑ کی وجہ سے درد ہو اور دانتوں کی جڑوں میں السر بننے کا رجحان ہو۔ کالی بائیکروم۔

اور اگر چھوٹے بچے دودھ بالکل ہضم نہ کر سکیں یا سخت قبض یا اسہال اور دودھ پھٹکڑیوں میں اُگل دیں۔اس کے علاوہ سوکھے پَن کے لیئے ایتھوزا ۳۰ یا ۲۰۰۔ بچوں کے دانت نکالنے کے زمانہ کے لیئے جب اسہال لگ جائیں تو بھی ایتھوزا مفید ہے۔

بچے یا بڑے کمرہ امتحان میں گھبرا جائیں اور پرچہ حل نہ کرسکیں تو ایتھوزا ۲۰۰ بہت مفید ہے۔جن طالب علموں کو امتحان کا خوف ہو انہیں ارجنٹم نائیٹریکم ۲۰۰ اور ایتھوزا ۲۰۰ استعمال کرنا چاہیے۔ اور اگر خود اعتمادی کی کمی ہو یا پبلک میں کھڑے ہو کر تقریر کرنے کا خوف ہو انہیں لائیکو پوڈیم استعمال کرنی چاہیے۔

جو بچے سکول جانے سے خوف زدہ ہوں انہیں فاسفورس ۳۰، ایکونائٹ ۳۰ اور اوپیم ۳۰ ملا کر استعمال کروانی چاہیے۔

جو بچے بہت زیادہ توجہ چاہتے ہوں۔ پلسٹیلا ۳۰ + فاسفورس ۳۰

امتحان میں فیل ہونے کا خوف ہو۔کالی فاس ۶ + سلیشیا ۱۶یکس

اگر بچے بار بار رونے کا بہانہ بناتے ہوں۔ سٹفی گیریا

اگر بچے بہت ضدی ہوں۔ کیمومیلا ۱۰۰۰

جو بچے اکیلے رہنے سے ڈرتے ہوں ان کے لیے فاسفورس ۳۰ مفید ہومیو دوا ہے۔

اگر بچے رات کو ڈر کر اُٹھ جائیں ان کو آرسینک ۳۰، اوپیم ۳۰ اور ایکونائٹ ۳۰ ملا کر دینے سے عموماً فائدہ ہوتا ہے۔

اگر بچوں کی ٹانگیں سوکھنے لگیں۔ کلکیر یا کارب

اگر اوپر کا دھڑ سوکھنے لگے۔ابراٹینم روزانہ ۳۰ طاقت میں دن میں تین دفعہ لینے سے مکمل صحت ہو سکتی ہے۔

سوکھے پن میں ایتھوزا اور نٹرم میور بھی مفید ادویات ہیں۔

جب بچوں میں نیند میں چلنے کی بیماری پیدا ہو جائے تو یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔سلیشیا اور کالی فاس ملا کر ۱۶یکس طاقت میں روزانہ دو بار۔

برائی اونیا ۳۰ اور نکس وامیکا ۳۰ ملا کر دن میں تین بار لینا قبض کے لیے مفید ہے۔

لکنت کے لیے:

اگر بچوں کو بہت کوشش سے بولنا پڑے لفظ دہرائیں اور اٹکیں۔ سٹرامونیم ۳۰ یا ۲۰۰ اور ایگریکس ۳۰ یا ۲۰۰۔ ٹائیفائیڈ بخار کی وجہ سے لکنت ہو تو ٹائیفائیڈینم سی۔ایم کی صرف ایک خوراک صحت بخش سکتی ہے۔جب ڈر یا خوف کی وجہ سے لکنت ہو تو ایکونائیٹ سی۔ایم کی ایک خوراک ہی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔لکنت کے لیے سٹرامونیم ۲۰۰ کو ایکونائیٹ ۲۰۰ سے ملا کر ہفتے میں تین بار دینا بھی مفید نسخہ ہے۔(بچوں کی لکنت کے لیے اومیگا ۳فش آئل نہایت مفید ہے ۔یہ آئل کی صورت میں اور کیپسول بھی مل جاتے ہیں۔اگر اس کے ساتھ اومیگا ۶ روزن فش آئل بھی استعمال کیا جائے تو زیادہ فائدہ مند ہے یہ آئل ذہنی استعداد بڑھانے اور جسمانی اور دماغی کمزوری دور کرنے کے لیے بھی مفید ہے)

اہم اعلان

پیشوا میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

ہمبرگ Hamburg

جرمنی کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہمبرگ اہم بندرگاہ، غیر ملکی تجارت اور بحری جہازوں کا بہت بڑا مرکز، بندرگاہ کے صنعتی علاقے میں شپ یارڈ، ریفائنریوں اور پراسیسنگ پلانٹس واقع ہیں، ہمبرگ کی بندرگاہ سمندر سے نوے میل کی دوری پر ہے۔ سطح بحر سے اس کی بلندی کوئی بیس فٹ ہے۔

اس شہر (اس علاقہ کا پرانا نام Treva تھا) کا آغاز ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہوا جو دریائے آلسٹر (Alster) کے دہانے پر اس مقام پر واقع ہے جہاں یہ دریائے ایلب (Elbe) میں گرتا ہے۔ اس شہر کو ہمبرگ نام تب دیا گیا تھا جب ۸۰۸ء میں رومن حکمران Charles the Great نے مستقل بنیادوں پر دریائے ایلب اور دریائے آلسٹر کے درمیان اونچی جگہ پہلے قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ قلعہ کی تعمیر کے لیے دریائے آلسٹر پر بند تعمیر کرنے کی وجہ سے متعدد جھیلیں تشکیل پائیں اور ہمبرگ کا شہر ان جھیلوں کے مابین پھیل گیا۔ اوسن آلسٹر کی جھیل کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ اس کے اردگرد متعدد باغات اور بڑے رہائشی مکانات ہیں۔ بنن آلسٹر کا علاقہ جسے بومبارڈ کا پل اوسن آلسٹر (Aussenalster) سے جدا کرتا ہے۔ بڑے بارونق بازاروں، ہوٹلوں، جہازی کمپنیوں اور بنکوں کے دفاتر سے گھرا ہوا ہے۔ دی کلائن آلسٹر تیسری چھوٹی جھیل ہے۔ اس کے قریب شہر کا ٹاؤن ہال ہے اس کا رقبہ 755 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی 2016ء کے تخمینی اعداد وشمار کے مطابق 1,805,316 نفوس پر مشتمل ہے۔

ہمبرگ جرمنی کا ایک اہم ثقافتی مرکز بھی ہے اسی مقام پر جرمنی کا سب سے پہلا آپیرا ہاؤس (Opera House) 1678ء میں تعمیر کیا گیا۔ جہاں جارج فریڈرک ہینڈل (Friedrich Handel) (-1758ء1685ء) ڈرامے لکھتا رہا۔ کمپوزر جوہانز براہمز نے (Johannes Brahms) جرمن آپیرا کو فروغ

دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۸۰۶ء میں سلطنت روم کی تحلیل کے ساتھ ہی ہمبرگ نے خود مختاری کا اعلان کر کے آزاد ریاست کی حیثیت اختیار کر لی۔ یاد رہے کہ ۱۸۰۴ء میں نپولین اول نے ہمبرگ کو فتح کر لیا ہوا تھا۔ فرانسیسی قبضہ سے ہمبرگ کو روسی افواج نے ۸۰۱۴ء میں نکالا تھا۔ ۱۸۱۵ء میں ویانا کانگریس نے ہمبرگ کو آزاد ریاست کا درجہ دے دیا۔ اس طرح ہمبرگ نے جرمن Confederation کی انتالیسویں آزاد ریاست کے طور پر خود کو منوالیا۔ German Confederation کا وجود ۱۸۰۱۵ء سے ۱۸۶۶ء تک برقرار رہا۔ متواتر سیاسی بدامنی کے بعد خاص طور پر 1848ء کے پرآشوب حالات کے پیش نظر آئین تشکیل دینے کا کام شروع کیا گیا، بالآخر ۱۸۶۰ء میں جمہوری آئین تشکیل پا گیا۔ اس آئین کے مطابق اداروں کو طاقتور بنایا گیا، چرچ کو ریاست سے علیحدہ کیا گیا، اخبارات کو آزادی دی گئی۔ جرمن، فیڈریشن کے ساتھ ساتھ نارتھ جرمن فیڈرشن کا حصہ بھی بن گئے۔

Weimar Republic (1919–1933) کے دوران اپنا بطور بااختیار ریاست ہونے کا لوہا منوایا۔ اس دور میں ہمبرگ کی بندرگاہ یورپ کی دوسری مصروف ترین بندرگاہ شمار ہوتی تھی۔ اور ہمبرگ کی آبادی ایک ملین افراد سے زائد ہو چکی تھی۔

ہمبرگ کی تاریخ میں مختلف وباؤں اور دوسری تباہیوں کا ذکر بھی موجود ہے ۱۸۹۲ء میں ہمبرگ میں ہیضہ کی وبا پھیل گئی۔ اس وبا کے نتیجے

میں آٹھ ہزار چھ سو افراد لقمہ اجل بن گئے۔845ء میں نارس واملنگز نے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ پھر اس کی از سر نو تعمیر عمل میں لائی گئی۔ اگلے 300 برسوں میں اس شہر کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آٹھ مرتبہ جلا کر خاکستر کیا گیا۔1460ء اور پھر 1510ء میں شاہی شہر (Imperial City) کا درجہ دے دیا گیا۔1842ء کی آتشزدگی اور دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں نے نہ صرف اس شہر کی خوبصورتی کو ماند کر دیا۔ بلکہ شہر کا بہت بڑا حصہ تجارتی مراکز اور پرانے گرجا گھر تباہ و برباد ہو گئے۔۱۸۴۲ء میں ہمبرگ شہر میں لگنے والی آگ نے بڑے پیمانے پر تباہی مچائی تھی۔۵مئی کو لگنے والی آگ کو بجھانے میں چار روز لگے۔ ایک تہائی شہر مکمل طور پر خاکستر ہو گیا تھا۔ اس عظیم آتشزدگی کے نتیجہ میں شہر کا بہت بڑا حصہ تجارتی مراکز اور پرانے گرجا گھر تباہ و برباد ہو گئے۔ اس عظیم آتشزدگی کے بعد شہر کی تعمیر نو چالیس برس میں مکمل ہوئی۔

دوسری جنگ عظیم میں ہمبرگ کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔۲۴ جولائی ۱۹۴۳ کو ہمبرگ شہر کے مکمل خاتمے کے لیے آپریشن عمورہ Gomorrah شروع کیا گیا۔ (سدوم اور عمورہ Sodom اور Gomorrah قوم لوط کے وہ مقامات ہیں جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔) اتحادی افواج کی جانب سے کی جانے والی ہوائی حملوں کی یہ مہم آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہی۔ رات کے وقت برطانیہ فضائی حملے کرتا تھا اور امریکہ دن کی روشنی میں ہمبرگ شہر پر بمباری کرتا تھا۔ آپریشن کے دوسرے دن ہنوور Hanover اور ہمبرگ شہر پر ۳۰۰ جنگی جہازوں نے حملہ کیا مگر نوے جہاز ہی حملہ کر پائے، ۸۷ جہاز گرا لیے گئے تھے۔ ۲۷ جولائی کا حملہ سب سے زیادہ تباہ کن تھا اس حملہ میں رائل ایر فورس برطانیہ کے ۷۰۰ لڑاکا طیاروں نے ہیمبرگ شہر پر بمباری کی تھی۔ ان حملوں نے آگ کا ایسا طوفان

پیدا کیا جس نے ہر چیز جلا کر راکھ کر دی۔ درجہ حرارت ۸۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ گیا تھا۔ ان حملوں کے باعث ہمبرگ کے شہریوں کے دو لاکھ پچاس ہزار گھر تباہ ہو گئے، ۴۵ ہزار شہری ہلاک ہوئے، ۳۷ ہزار شدید زخمی ہوئے اور ایک ملین شہریوں کو ہمبرگ سے بھاگنا پڑا۔

آج ان تمام تباہ کاریوں کے بعد نیا تعمیر کیا جانے والا ہمبرگ شہر دنیا کا خوبصورت اور افسانوی شہر دکھائی دیتا ہے۔ فریڈرک گاٹلب کلاپ سٹاک (Friedrich Gottlieb klopstock) (1724-1803) میتھئیس کلاوڈیس (Matthias Claudius) کے زمانے میں ہمبرگ ادبی سرگرمیوں کا بھی مرکز بن گیا تھا۔ آج یہاں کی عظیم یونیورسٹی جو 1919ء میں قائم کی گئی تھی، ادبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کا مخزن ہے۔۔ یہاں متعدد خوبصورت عجائب گھر بھی ہیں جن میں کنستھال (Kunsthalle) 1868ء دی میوزیم آف آرٹس اینڈ کرافٹس (1877) اور دی میوزیم آف ایتھنالوجی اینڈ پری ہسٹری (Pre-History) شامل ہیں۔

1556ء میں یہاں سٹاک ایکس چینج قائم کیا گیا 1616ء اور 1625ء کے مابین اپنا دفاع مستحکم کرنے کے لئے سرکاری ادارے قائم کیے گئے تھے۔ غریبوں کے لئے بھی اس شہر کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں 1604ء میں یتیم خانے اور 1605ء میں غریبوں کے علاج معالجے کے لئے تمام ساز و سامان سے آراستہ ہسپتال کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اگر آج ان جرمن خصوصیات کو دیکھا جائے تو صاف دکھائی دے گا کہ ان اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے جرمن قوم دنیا کی بہترین قوم سمجھی جاتی ہے۔ آج جرمن قوم نے نا صرف اپنے لیے بلکہ اقوام عالم کے مظلوموں کے لیے بھی ایسے قوانین بنائے ہیں کہ جرمنی میں بسنے والا ہر شہری بلا تفریق مذہب و ملت ہر قسم کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔

براہمز (Brahms) اور مینڈلسن (Mendelssohn) کی جائے ولادت ہیمبرگ شہر ریل کے ذریعے یورپ کے تمام بڑے

بڑے شہروں سے ملا ہوا ہے۔

13 ویں صدی تک ہینسیا ٹک لیگ (Hanseatic League) بشمول بالٹک کے تجارتی قصبوں لیوبک (Lubeck) بریسلاؤ (Breslao) اور ڈانزگ (Danzig) نے اقتصادی طور پر متحدہ شمالی جرمن شہروں کو مستحکم کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں تجارت کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور اس طرح ہیمبرگ روس اور فلینڈرز (Flanders) کے مابین ایک بہت بڑی تجارتی بندرگاہ بن گیا۔ اگرچہ عہد وسطی میں ہینسیا ٹک لیگ کو تحلیل کر دیا گیا تاہم اس کی شان وشوکت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ آج بھی ہیمبرگ کی بندرگا جرمنی کی سبسے بڑی تجارتی بندرگاہ ہے۔ ہیمبرگ کی بندرگاہ دیکھنے والے کو ششدر کر دینے والی ہے۔

جرمنی کی اس سب سے بڑی بندرگاہ میں تیرتے ہوئے جدید گھاٹ، سمندر میں ایک نیا اور خوبصورت اضافہ ہے۔ یہ گھاٹ 1992ء میں بندرگاہ کے وسط میں بنائے گئے ہیں اور ان کا محل وقوع بہت اچھا ہے کیوں کہ یہاں سے چندمنٹ پیدل چل کر شاپنگ سنٹر اور ہیمبرگ کی نمائش گاہ تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

نہ ڈوبنے والے یہ گھاٹ بحیرہ شمالی کے کھلے سمندر سے صرف 110 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ ان کی تعمیر کے اخراجات صنعتی اور تجارتی اداروں کے عطیات اور سرکاری فنڈز سے پورے کیے گئے۔ یہ گھاٹ سات ایکڑ کے مساوی رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہیمبرگ کے اوبرسی بروکا (Uberseebrucka) سے زیادہ دور نہیں ہے جہاں تیز رفتار اور خوبصورت کشتیاں اور بیڑے کھڑے رہتے ہیں۔ یہ گھاٹ 121 اسٹیل ڈالفن سے بندھے ہوئے ہیں ان میں سے ہر فولادی ڈالفن کی گہرائی 22 میٹر اور وزن سات ٹن ہے۔ ہر گھاٹ میں تقریباً سو بادبانی کشتیاں اور موٹر بوٹ کھڑی کرنے کی گنجائش ہے۔ یہاں پینے کا پانی، بجلی اور ٹیلیفون غرض کہ تمام ضروری سہولتیں دستیاب ہیں ساتھ ہی کشتیوں کے لئے پانی اور ایندھن یعنی فیول اسٹیشن موجود ہے۔ ان گھاٹوں کو ہمبرگ کی نئی تفریحی بندرگاہ کا نام دیا گیا۔

29 ستمبر سے 3 اکتوبر 1992 تک یہاں جہاز سازی اور میرین انجینئر نگ کا 15 واں بین الاقوامی تجارتی میلہ منعقد ہوا۔ ان گھاٹوں کو جنہیں ہمبرگ کی نئی تفریحی بندرگاہ کا نام دیا گیا ہے ان پر میلہ سجایا گیا، اس میلے میں 3 کشتیوں میں استعمال ہونے والی جدید ترین ٹیکنالوجی کی نمائش کی گئی جن میں سورج کی حرارت سے حاصل ہونے والی توانائی سے چلنے والی کشتیاں بھی شامل تھیں۔

مذہبی حیثیت سے بھی ہمبرگ ایک نمایاں شہر اس وقت بن گیا جب ۱۸۳۴ء میں (Saint Ansgar) نے اس شہر میں سکونت اختیار کی۔ اس کے یہاں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے ہیمبرگ اہل یورپ کے لئے عیسائیت کا ایک بہت بڑا مرکز بن گیا۔ دو برس بعد بریمن (Bremen) سے اتحاد ہو جانے کے بعد Saint Ansgar کو Bishopric of Hamburg-Bremen کہا جانے لگا۔ آج بھی مذہبی مقامات ہیمبرگ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر مذہب کو ہر انسان کا انفرادی معاملہ سمجھنے کی وجہ سے مذہبی تعصب پر انسانیت کی توہین جرم سمجھی جاتی ہے۔

۱۷ویں صدی عیسوی سے اب تک اشاعتی مرکز چلے آرہے شہر ہمبرگ میں نہروں کی تعمیر کی وجہ سے آلودگی میں خاصی حد تک کمی واقع ہوگئی ہے۔ اس شہر میں کیمیائی اشیاء، لوہا اور فولاد بنانے کی صنعتیں عام ہیں اس کی بندرگاہ سے پھل، کافی، کاغذ، تمباکو اور گندم برآمد کئے جاتے ہیں جب کہ موٹر گاڑیاں مشینیں اور عینکوں کے اضافی پرزہ جات درآمد کئے جاتے ہیں۔ چڑیا گھر (Hagenbeck Tier Park) میں سب سے پہلے جانوروں کو پنجروں کی بجائے مصنوعی غاروں میں رکھنے کا طریقہ اپنایا گیا۔ ہر سال ۷ مئی کو بندرگاہ کی سالگرہ منائی جاتی ہے۔

آوارگانِ دشتِ خار (قسط12)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہراُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بد دیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے،صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

مسلمان مسجد

مشہور شاعر جون ایلیا نے کہا تھا:۔

’’نماز پڑھنے والے کا مسلک ہی نہیں، ہر مسجد کا بھی اپنا ایک مسلک ہوتا ہے۔مسجد یا تو سُنّی ہوتی ہے یا شیعہ، بریلوی یا دیوبندی۔مَیں نے آج تک کوئی مسلمان مسجد نہیں دیکھی۔‘‘

مذہبی ظرافتی تقاریر

لطف الاسلام صاحب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

مولوی خادم حسین رضوی کے ارشادات سن کر محسوس ہوتا ہے کہ اب مذہبی فن تقریر میں ایک نئی صنف کا اضافہ کر لیا جائے۔’’مذہبی ظرافتی تقاریر۔‘‘ گالم گلوچ، جگتیں، پھبتیاں اور فحش کلامی پر مبنی ان تقاریر سے اس دھرنے کے حاضرین کو جس قسم کا اسلام سکھایا جا رہا ہے۔ مجھے معلوم نہیں اس سے کسیکے دل میں نیکی کا کوئی خیال پیدا ہو۔

ختم نبوت کی تحریکیں ایک عرصہ سے ملک میں جاری ہیں اور اس سے وابستہ مولویوں کی کئی نسلیں اپنی روزی روٹی فن تقریر پر چلاتی ہیں۔ مولوی خادم حسین رضوی کوئی نئی ورائٹی نہیں۔ان کی قبیل کا مولوی ملک میں عام دستیاب ہے۔ہمارے مدرسوں میں بندھے غریبوں کے بچے ڈنڈے اور بھوک کے زیر اثر پلتے ہیں۔کڑواہٹ اور احساس محرومی کی مسلسل خوراک پر پروان چڑھے یہی مولوی پھر ملک کو اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔

محد سے لحد تک

عمارہ شاہ لکھتی ہیں کہ قاضی عزیز الرحمان تیس برس تک ایوان بالا کی مسجد میں بطور موذن نوکری کرتے رہے۔گریڈ ۵ میں بھرتی ہوئے اور گریڈ ۷ میں پہنچے تو گھر بھیج دیا گیا۔بڑی مشکل سے اپنے بیٹے کو عارضی طور پر موذن بھرتی کروانے میں کامیاب ہوئے۔اب قاری صاحب بیٹے کی مستقل ملازمت کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔

عمارہ شاہ لکھتی ہیں کہ قاضی صاحب کے ساتھ چند قدم چلی تو اذان کی آواز آئی۔آواز میں ایک عجیب درد اور سوز پایا۔قاری صاحب کو میں نے مبارک باد دی کہ ماشاء اللہ اس عنفوان شباب میں ہی آپ کا بیٹا زہد و اتقاء سے مزین ہے۔قاری صاحب نے جواب دیا:۔

’’بیٹا یہ زہد و اتقاء بڑے پیٹ والے جید علماء کا حق اور حصہ ہے۔ہم سوختہ بخت محد سے لحد تک دو وقت کی روٹی کو پلٹتے، جھپٹتے اور جھپٹ کر پکڑتے ہیں۔میرے بیٹے کی آواز میں روح بلالی نہ تلاش کیجیے اس کے روزگار کو مستقل کیجیے۔‘‘ (ہم سب ایڈیٹر وجاہت مسعود۔۱۸ نومبر ۲۰۱۷ء)

بغیر حلالہ کے نکاح

شیخ رشید نے عمران خان کو جمائما سے پھر سے شادی کرنے کا مشورہ دے دیا۔مفتی نعیم بنوری نے ایک نجی ٹی وی چینل کے ایک پروگرام

مساجد و مدارس سے کفر کے فتوے

ہائی کورٹ کے جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے ختم نبوت کے حلف نامے و دھرنا کیس کی سماعت کے دوران کہا ہے کہ'' مساجد و مدارس سے کفر کے فتوے بند کرائے جائیں ، خادم حسین رضوی خون کیسے معاف کرسکتے ہیں؟ تحریک لبیک کا دوسرا گروہ کہہ رہا ہے کہ رضوی نے کروڑوں روپے لیے، بتایا جائے کہ معاہدے میں آرمی چیف کا نام کیوں استعمال ہوا؟

معزز عدالت کے روبرو اٹارنی جنرل پتھر کی مورت کی مانند کھڑے رہے اور جج صاحب کا منہ ہونقوں کی طرح دیکھتے رہے۔ جب بولے تو وہی کہا جو مولویوں نے جسٹس کی عدالت میں کہا تھا کہ''ہمیں وقت چاہیے ،فوراً جواب نہیں دے سکتے۔'' جسٹس کیانی نے یہی پوچھا تھا کہ کافر کافر کہتے ہو مسلمان کی تعریف تو بتاؤ۔ وقت مانگنے پر صاف کہہ دیا ۱۴سو برس کا عرصہ کیا کافی نہیں ہے ؟ مزید وقت نہیں دیا جاسکتا۔ اور پھر مولوی لوگ جدا جدا مسلمان کی تعریف کر کے جگ ہنسائی کا سبب بن گئے تھے۔

جس طرح کل یہ گل غپاڑہ کرنے والے انسانوں کے دکھ کا مداوا کرنے کی بجائے ان کا امن وچین چھیننے والے تھے آج بھی نام نہاد مولوی شہریوں کا جینا حرام کیے ہوئے ہیں۔ جج صاحب کی بیقراری کا کوئی حل نہیں، سوائے اس کے کہ ہر فتنہ پرور مولوی کو سخت ترین سزا دی جائے۔ جج صاحبان ان کا علاج کر سکتے ہیں ، مگر فی الحال وہ مصلحتوں کے شکار ہونے کے باعث صرف بول سکتے ہیں ، کر کچھ نہیں سکتے۔

اندر کی بات

پیر حمید الدین سیالوی کے کہنے پر مستعفی ہونے والے رکن اسمبلی مخدوم ارشد قمر کا کہنا ہے کہ'' اندر کی بات یہ ہے کہ رانا ثنا اللہ خاں ، سیال شریف آنے پر تیار ہوگئے تھے ، مگر ثناء اللہ نے پیر صاحب کے سامنے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر پیر آف سیال شریف کا کہنا تھا کہ کہ مَیں نے یہ نہیں کہا تھا کہ سیال شریف آنے سے معافی ہو جائے گی ۔ میں نے یہ کہا تھا کہ رانا ثناء اللہ کلمہ پڑھیں اللہ سے توبہ کریں اور پھر استعفیٰ دیں۔ اگر ان تین باتوں میں سے ایک بھی نہ مانیں تو انھیں مسلم لیگ نون پارٹی سے نکال دے ، شہباز شریف ایسا ہی کرنے کے لیے تیار بھی تھے مگر۔۔۔۔۔۔''

پیر اور مولوی کو اپنی شناخت بطور مسلمان کروانے کے لیے اب لوگوں کو ان کے دربار پر حاضری دینی ہوگی ، حالانکہ اسلام کسی کے مسلمان ہونے کا یا غیر مسلم ہونے کا کسی مولوی یا پیر سے سٹیفکیٹ لینے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ جو بھی خود کو مسلمان کہے اسے مسلمان ہی سمجھنے کی اسلام تلقین کرتا ہے۔ (بشکریہ۔ روزنامہ امت۔ ۲۶ دسمبر ۲۰۱۷ء)

دس ہزار روپے

وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ پرویز خٹک نے صوبے میں موجود تیس ہزار مساجد کے پیش امام صاحبان کے لیے ماہانہ وظیفہ دس ہزار روپے مقرر کردیا ہے۔ پرویز خٹک نے یہ بھی کہا ہے کہ اتنی معمولی رقم دراصل تنخواہ نہیں بلکہ صوبائی حکومت کی جانب سے علماء اور آئمہ کے بلند مقام کا علامتی اعتراف ہے ، ہم معاشرے میں علماء کا احترام بڑھانے میں مزید اقدامات سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

پرویز خٹک ان مولویوں کو نہیں جانتے ، سمجھتے شاید۔ ان کی سیاسی رشوت بھی یہ امام ہڑپ کر جائیں گے ، گالیاں دیں اور ووٹ بھی نہیں دیں گے۔ بہتر یہ ہوتا کہ انہیں کسی کام دھندے پر لگایا جاتا۔ تاکہ ان کی بڑی بڑی توندیں کم ہوتیں اور فتاویٰ بازی بھی کم ہوتی۔ بگڑے تگڑوں کا علاج جوتا ہوتا ہے وظیفہ نہیں۔ مانگے تانگے پر پلنے والوں والوں کی سوچ میں تبدیلی اپنے ہاتھ سے کما کر ہی آسکتی ہے۔ آجکل عالموں کے بھیس میں جاہل لوگ امامت کے لیے مساجد ڈھونڈتے ہیں ، بدقسمتی سے ایسے امام ، مساجد کمیٹیوں اور عوام کے پسندیدہ امام ہوتے ہیں۔

امام کو ۱۳ برس قید کی سزا

برطانیہ کے ایک شہر کارڈف کی مدینہ نامی مسجد کے ۸۱ سالہ امام محمد حاجی صدیق کو نوجوان لڑکیوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے جرم میں ۱۳ سال قید سزا سنادی گئی۔ نام نہاد امام محمد صدیق کارڈف کی مدینہ مسجد میں

گزشتہ تیس سال سے بطور امام کام کر رہا تھا۔حاجی صدیق نوجوان لڑکیوں کو قرآن پاک پڑھانے کے لیے اپنے پاس بٹھاتا اور جنسی طور پر ہراساں کرتا تھا،عدالتی ذرائع کے مطابق ان لڑکیوں کو غلطی کرنے پر تھپڑ مارنے کے علاوہ لوہے اور لکڑی کی چھڑیاں بھی مارتا تھا۔

حاجی صدیق کے خلاف ۶ تشدد کے اور ۸ جنسی ہراسگی کے مقدمات درج تھے۔فیصلہ سنانے والے جج کا کہنا تھا:

''نہایت افسوس کی بات ہے کہ والدین اپنی جوان بچیوں کو تمہارے پاس قرآن پڑھنے کے لیے بھیجتے تھے۔''

(روزنامہ قدرت ۹ جولائی ۲۰۱۷ء)

پیر آف گولڑہ کی اپیل

پیر آف گولڑہ نظام الدین جامی نے عوام سے اپیل کی ہے کہ کوئی سُنّی ،مسلم لیگ ن کو ووٹ نہ دے،کس کو ووٹ دینا ہے جلد اعلان کر دیا جائے گا۔پیر آف گولڑہ نے پیر حمید الدین سیالوی کے حکومت کو دیے گئے الٹی میٹم جو ۳۱ دسمبر کو ختم ہوگا،کی حمایت کے ساتھ ساتھ طاہر القادری کی تحریک قصاص کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔پیر آف گولڑہ نظام الدین جامی نے مطالبہ کیا ہے کہ اگر رانا ثناءاللہ کو برطرف نہ کیا گیا تو آئندہ انتخابات میں سُنّی ووٹر مسلم لیگ ن کو ووٹ نہیں دیں گے۔ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر نواز شریف سیاسی مفادات کے لیے تحریک عدل چلا سکتے ہیں،طاہر القادری تحریک قصاص شروع کر سکتے ہیں تو ہم مذہبی مفادات کے لیے تحریک ختم نبوت کیوں نہیں چلا سکتے؟

قارئین مفاد پرستی ہماری قوم کے مذہبی،سیاسی اور معاشرتی شخصیات کا وطیرہ خاص بن چکی ہے۔قومی اور مذہبی مفادات کے نام پر چلائی جانے والی تحریکات کا اصل محرک لیڈران کی اپنی ذات،اپنا فرقہ اور اپنی جماعت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں برپا کی جانے والی تحریکات جن کا آغاز بڑے زور وشور سے شروع کیا جاتا ہے،انجام کار پیشاب کی جھاگ کی طرح بہت جلد بیٹھ جاتی ہیں۔تقریباً چالیس سال قبل تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی ناکامی کی وجہ بھی مولویوں کی مفاد پرستی ہی تھی۔

ختم نبوت،کس نے کیا کہا؟

ختم نبوت کا حلف نامہ ختم کر کے ہمارے ایمان کے جی ایچ کیو پر حملہ کیا گیا۔(حافظ حمد اللہ سینیٹر ۱۳ تا ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۷ء ضرب مومن جلد ۲۱ شمارہ ۴۵)

ختم نبوت کی پہرے داری اور چوکیداری ہم سب کا فرض ہے۔

(مولانا حنیف جالندھری ۱۳ تا ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۷ء ضرب مومن جلد ۲۱ شمارہ ۴۵)

کوئی مائی کا لال ختم نبوت قانون ختم نہیں کر سکتا۔اسے چھیڑنے والا اپنی موت کو دعوت دے گا۔ (مولانا فضل الرحمان ۱۳ تا ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۷ء ضرب مومن جلد ۲۱ شمارہ ۴۵)

ختم نبوت ناموس رسالت پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکتا اور نہ سمجھوتہ کیا جائے گا۔پاک فرج کی ناموس رسالت کے لیے جانیں قربان ہیں۔

(میجر جنرل آصف غفور)

قادیانیوں نے پاکستان کے آئین میں ہونے والی اس ترمیم کو کبھی قبول نہیں کیا جس کی رو سے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔(۱۳ تا ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۷ء ضرب مومن جلد ۲۱ شمارہ ۴۵)

رانا ثناءاللہ کو برطرف کیا جائے،اس نے ختم نبوت کی توہین کی۔ پیر آف گولڑہ نظام الدین جامی (روزنامہ قدرت اسلام آباد ۲۷ دسمبر)

ختم نبوت پر ایمان ہمارے دین کا بنیادی جزو ہے،جو شخص ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔رانا ثناءاللہ

پاکستان پر ظالم اور کرپٹ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے قبضہ کیا جن سے آج پاکستان کے جغرافیے اور ختم نبوت کو بھی خطرہ ہے۔

(روزنامہ جنگ ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۷ء مولانا سراج الحق)

ختم نبوت غیر متنازعہ مسئلہ ہے جسے ایشو بنا کر متنازعہ بنایا جا رہا ہے۔امید ہے مذہبی قیادت غور کرے گی اور پر تشدد مظاہرہ نہیں کیا جائے گا۔ (احسن اقبال روزنامہ جنگ ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

قارئین ختم نبوت کی حفاظت خُدا کرتا ہے،اور کرتا رہے گا۔

ختم ہو جاتے جو حسن و عشق کے ناز و ادا
شاعری بھی ختم ہو جاتی نبوت کی طرح
صفی لکھنوی

کیا آپ جانتے ہیں؟

برقی کچرا

ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۶ء میں بیکار برقی آلات کی وجہ سے ۴۴ اعشاریہ سات ملین میٹرک ٹن کچرا پیدا ہوا۔ یہ برقی کچرا اتنا زیادہ ہے کہ اس سے چار ہزار پانچ سو ایفل ٹاور بنائے جا سکتے ہیں۔ جبکہ ایک سال کے کچرا سے نو بڑے اہرام مصر تیار کیے جا سکتے ،۱۸ پہیوں والے چالیس ٹن کے بڑے ٹرک بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ برقی کچرے میں ٹی وی، لیپ ٹاپس، اسمارٹ فون، ویکیوم کلینز، الیکٹرک شیور، واشنگ مشین، ائیر کنڈیشنر، فریزر، پرنٹر، سولر پینل، فرج اور دیگر کئی آلات شامل ہیں۔

چھوٹی سی سخت سینگ

مرغی کا بچہ انڈے کے مضبوط خول کے اندر پرورش پاتا ہے اور اسکے ٹوٹنے سے باہر آجاتا ہے۔ اکیس دن بعد انڈے کے اندر پرورش پانے والے ننھے منھے چوزے کی چونچ پر ایک چھوٹی سی سخت سینگ ظاہر ہوتی ہے۔ اس سینگ کی مدد سے وہ اپنے خول کو توڑ کر باہر آجاتا ہے۔ سینگ اپنا کام پورا کر کے چوزے کی پیدائش کے چند روز بعد خود بخود جھڑ جاتی ہے۔

آخری شخص

ڈاکٹر ہلز (A.V.Hills) نے کہا ہے کہ

I should be the last to claim that we,scientific men,are less liable to prejudice than other educated men.

یعنی مَیں آخری شخص ہوں گا جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ ہم سائنسدان دوسرے تعلیم یافتہ لوگوں کے مقابلہ میں کم تعصب رکھنے والے ہوتے ہیں۔

[Quoted by A,N Gilkes,faith of modern men,page 109]

مچھلی کا تیل

ایک تحقیق کے مطابق مچھلی کے تیل کا استعمال سگریٹ نوشی کی لت میں مبتلا افراد کو تمبا کو نوشی سے چھٹکارا حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ مچھلی کے تیل میں موجود اومیگا تھری فیٹی ایسڈ نکوٹین کی طلب کو پورا کرتا ہے۔ تحقیق کے مطابق ایک ماہ تک مچھلی کے تیل کے کیپسول استعمال کرنے سے تمبا کو نوشی کی شرح میں ۱۱ فیصد تک کمی واقع ہوسکتی ہے۔ تین ماہ تک مچھلی کے تیل سے بنے کیپسول استعمال کرنے سے دماغی امراض میں کمی لانا بھی ممکن ہے۔

افلاطون اور جالینوس

افلاطون جب مرنے لگا تو کہنے لگا کہ میرے لیے بت پر ایک مرغا ہی ذبح کر دو۔ جالینوس نے کہا تھا کہ میری قبر میں خچر کی پیشاب گاہ کے برابر ایک سوراخ رکھ دینا تا کہ ہوا آتی رہے۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۱۵ جلد ۱)

گزشتہ دس برسوں میں

پاکستان بھر میں گزشتہ دس برسوں میں ساٹھ ہزار سے زائد افراد ٹریفک حادثات میں جاں بحق ہوئے۔ سب سے زیادہ موٹر سائیکل سوار ہلاک ہوئے ہیں۔

اومیاکون نامی گاؤں

سائبیریا کے علاقے میں آباد اومیاکون نامی گاؤں جو پانچ سو افراد پر مشتمل ہے دنیا کا سرد ترین گاؤں ہے۔ سردیوں میں یہاں کا درجہ حرارت کم از کم منفی ۵۱ اور زیادہ سے زیادہ ۱۷ سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ اس گاؤں کے باسیوں نے واش روم گھروں سے باہر بنا رکھے ہیں۔

موبائل فون سروس بھی بند ہو جاتی ہے۔ گاڑی کا انجن چوبیس گھنٹے اسٹارٹ رکھنا پڑتا ہے، اگر انجن بند ہو جائے تو اسٹارٹ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

کیپلر ۹۰

ناسا نے اپنی ایک نئی اور اہم دریافت سے پردہ اٹھایا ہے۔ ناسا کے مطابق زمین سے بہت دور ایک ایسے نظام شمسی کو دریافت کیا گیا ہے، جس کے گرد آٹھ سیارے گردش کر رہے ہیں۔ اس نظام شمسی کو جدید ترین کیپلر دوربین سے مشاہدہ کیا گیا۔ ناسا نے اس نظام شمسی کو کیپلر ۹۰ کا نام دیا ہے۔ اس نظام شمسی کا زمین سے فاصلہ دو ہزار ۵۴۵ نوری سال ہے۔ یاد رہے ایک نوری سال میں پانچ اعشاریہ آٹھ ٹریلین میل کا فاصلہ طے ہوتا ہے۔ اگر کیپلر ۹۰ کی زمین سے دوری کو کلومیٹر میں ظاہر کیا جائے تو حساب کچھ یوں ہوگا۔

780 parsecs,7016240780000000000?2.4078×1016 km

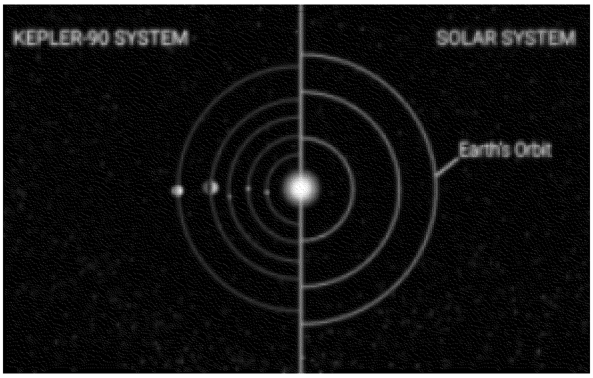

کیپلر ۹۰ کا حجم ہمارے سورج سے ۱۲۰ فیصد بڑا ہے۔ ہمارے سورج کی عمر چار اعشاریہ چھ بلین سال ہے اور کیپلر کی عمر دو بلین سال ہے۔۔ کیپلر ۹۰ کے نزدیک ترین سیارہ ٹھوس چٹانوں والا ہے اور یہ سیارہ محض تقریباً چودہ دنوں میں اپنی گردش مکمل کر لیتا ہے۔ کیپلر ۹۰ نامی ستارے کا درجہ حرارت Kelvin6080 ہے۔ یعنی 5807 ڈگری یا 10484.6 فارن ہائیٹ۔ اور ہمارے سورج کا درجہ حرارت 5778 K ہے یعنی 5505 ڈگری یا 9941 فارن ہائیٹ۔

کیلاش قبیلے کے لوگ

کیلاش قبیلے کے لوگ ہر سال دسمبر کے مہینے میں چھترمس یا چھومس نامی مذہبی تہوار مناتے ہیں۔ کیلاش قبیلے کے لوگ چترال کی تین وادیوں رمبور، بمبوریت اور وادی بریر میں آباد ہیں۔ چھترمس یا چھومس نامی مذہبی تہوار کا آغاز وادی رمبور سے کیا جاتا ہے۔ یہاں مذہبی گیت گائے جاتے ہیں، مرد و خواتین رقص کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ اس مذہبی تہوار کی ایک اہم بات یہ ہے کہ کیلاش قبیلے کے لوگ تین دن روپوش رہتے ہیں۔ یعنی جانوروں کے باڑے میں تین دن گزارتے ہیں۔ جانور کی گردن کو پیچھے کی جانب جھٹکا دے کر مارتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس دوران مرد و خواتین شراب پیتے ہیں۔ روپوشی کے دوران کسی غیر کیلاشی فرد سے نہیں ملتے۔ تین دن بعد روپوشی ختم کر کے رقص کرتے ہیں۔ اس دوران جوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کا انتخاب کرتے ہیں۔ جو لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرے وہ دوسری وادی میں چلے جاتے ہیں۔ اگلے روز ان کی پسند کے متعلق پوچھ کر شادی کر دی جاتی ہے۔

عمران خان اور مولوی

جب ہم بہت عرصہ پہلے کہتے تھے کہ عمران خان کے پیٹ میں داڑھی ہے تو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے تھے کہ یہ پاگل کلین شیو، آکسفورڈ کے پڑھے لکھے کو مولوی عمران خان کہتا ہے۔ جب عمران نے اپنے ولیمہ کی دعوت مدرسہ میں کی، تو کچھ لوگ سوچ میں پڑ گئے، جب مولانا سمیع الحق ان سے تیس کروڑ روپے اینٹھ چکے تو ہمارے کرم فرماؤں کی جبینوں پر شکنیں نمودار ہو گئیں اور اب جبکہ مولانا سمیع الحق، عمران کے سیاسی اتحادی بن کر تین ارب روپے امام مساجد کے نام کروا چکے ہیں،

سبھی عقلمند انہیں مولوی عمران خان سمجھتے ہیں۔

حافظ حسین دین

(افسانہ۔سعادت حسن منٹو)

حافظ حسین دین جو دونوں آنکھوں سے اندھا تھا۔ظفر شاہ کے گھر میں آیا۔پٹیالے کا ایک دوست رمضان علی تھا،جس نے ظفر شاہ سے اُس کا تعارف کرایا۔وہ حافظ صاحب سے مل کر بہت متاثر ہوا۔گو اُن کی آنکھیں دیکھتی نہیں تھیں مگر ظفر شاہ نے یوں محسوس کیا کہ اُس کو ایک نئی بصارت مل گئی ہے۔

ظفر شاہ ضعیف الاعتقاد تھا۔اُس کو پیروں فقیروں سے بڑی عقیدت تھی۔جب حافظ حسین دین اُس کے پاس آیا تو اُس نے اُس کو اپنے فلیٹ کے نیچے موٹر گراج میں ٹھہرایا۔۔۔اُس کو وہ وائٹ ہاؤس کہتا تھا۔ظفر شاہ سید تھا۔مگر اُس کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مکمل سید نہیں ہے۔چنانچہ اُس نے حافظ حسین دین کی خدمت میں گزارش کی کہ وہ اس کی تکمیل کر دیں۔حافظ ساحب نے تھوڑی دیر بعد اپنی بے نُور آنکھیں گھما کر اُس کو جواب دیا۔بیٹا۔۔۔تو پورا بننا چاہتا ہے تو غوث اعظم جیلانی سے اجازت لینا پڑے گی۔

حافظ صاحب نے پھر اپنی بے نُور آنکھیں گھمائیں۔''اُن کے حضور میں تو فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔''

ظفر شاہ کو بڑی نا اُمیدی ہوئی۔''آپ صاحبِ کشف ہیں۔۔۔کوئی مداوا تو ہوگا۔'' حافظ صاحب نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔''ہاں چلہ کاٹنا پڑے گا مجھے۔''

''اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو اپنے اس خادم کے لئے کاٹ لیجیے۔''

''سوچوں گا۔''

حافظ حسین دین ایک مہینے تک سوچتا رہا۔اس دوران ظفر شاہ نے اُن کی خاطر ومدارات میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔حافظ صاحب کے لئے صبح اٹھتے ہی ڈیڑھ پاؤ بادام تڑ تا۔ان کے مغز نکال کر سردائی تیار کرتا۔دو پہر کو ایک سیر گوشت بھنوا کے اُس کی خدمت میں پیش کرتا۔شام کو بالائی ملی ہوئی چائے پلاتا۔رات کو ایک مُرغ مسلم حاضر کرتا۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔آخر حافظ حسین نے ظفر شاہ سے کہا۔''اب مجھے آوازیں آنی شروع ہوگئی ہیں۔''

ظفر شاہ نے پوچھا۔''کیسی آوازیں قبلہ۔''

''تمہارے متعلق۔''

''کیا کہتی ہیں۔''

''تم ایسی باتوں کے متعلق مت پوچھا کرو۔''

''معافی چاہتا ہوں۔''

حافظ صاحب نے ٹٹول ٹٹول کر مرغ کی ٹانگ اُٹھائی اور اُسے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔''تم اصل میں منکر ہو۔۔۔آزمانا چاہتے ہو تو کسی کنوئیں پر لے چلو۔''

ظفر شاہ تھرا گیا۔''حضور میں آپ کو آزمانا نہیں چاہتا۔۔۔آپ کا ہر لفظ صداقت سے لبریز ہے۔''

حافظ صاحب نے سر کو زور سے جنبش دی۔''نہیں۔۔ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں آزماؤ۔۔کھانا کھالیں تو ہمیں کسی بھی کنوئیں پر لے چلو۔''

''وہاں کیا ہوگا قبلہ۔''

''میرا معمول آواز دے گا۔۔۔وہ کنواں پانی سے لبالب بھر جائے گا اور تمہارے پاؤں گیلے ہوئے جائیں گے۔۔ڈرو گے تو نہیں؟''

ظفر شاہ ڈر گیا تھا۔حافظ حسین دین جس لہجے میں باتیں کر رہا تھا بڑا پر ہیبت تھا۔۔۔لیکن اُس نے اس خوف پر قابو پا کر حافظ صاحب سے کہا۔''جی نہیں۔۔۔آپ کی ذاتِ اقدس میرے ساتھ ہوگی تو ڈر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جب سارا مرغ ختم ہوگیا تو حافظ صاحب نے ظفر شاہ سے کہا۔

''میرے ہاتھ دُھلواؤ۔۔۔اور کسی کنوئیں پر لے چلو۔''

ظفر شاہ نے اُس کے ہاتھ دُھلوائے تولیے سے پونچھے اور اُسے ایک کنوئیں پر لے گیا جو شہر سے کافی دُور تھا ظفر شاہ چادر لپیٹ کر اُس کی منڈیر کے پاس بیٹھ گیا۔مگر حافظ صاحب نے چلا کر کہا۔''پانچ قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔۔۔میں پڑھنے والا ہوں۔کنوئیں کا پانی لبالب بھر

جائے گا۔۔تم ڈر جاؤ گے۔'' ظفر شاہ ڈر کر دس قدم پیچھے ہٹ گیا۔حافظ صاحب نے پڑھنا شروع کر دیا۔

رمضان علی بھی ساتھ تھا جس نے ظفر شاہ سے حافظ صاحب کا تعارف کرایا تھا۔۔وہ دُور بیٹھا مونگ پھلی کھا رہا تھا۔حافظ صاحب نے کنوئیں پر آنے سے پہلے ظفر شاہ سے کہا تھا کہ دو سیر چاول، ڈیڑھ سیر شکر اور پاؤ بھر کالی مرچوں کی ضرورت ہے جو اس کا معمول کھا جائے گا۔۔۔یہ تمام چیزیں حافظ صاحب کی چادریں میں بندھی تھیں۔دیر تک حافظ حسین دین معلوم نہیں کس زبان میں پڑھتا رہا۔مگر اُس کے معمول کی کوئی آواز نہ آئی۔۔۔نہ کنوئیں کا پانی اوپر چڑھا۔حافظ نے چاول، شکر اور مرچیں کنوئیں میں پھینک دیں۔پھر بھی کچھ نہ ہوا۔۔چند لمحات سکوت طاری رہا۔اس کے بعد حافظ پر جذب کی سی کیفیت طاری ہوئی اور وہ بلند آواز میں بولا''ظفر شاہ کو کراچی لے جاؤ۔۔۔اُس سے پانچ سو روپے لو اور گوجرانوالہ میں زمین الاٹ کرالو۔''

ظفر شاہ نے پانچ سو روپے حافظ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اس نے یہ روپے اپنی جیب میں ڈال کر اُس سے بڑے جلال میں کہا۔۔''ظفر شاہ۔۔۔تو یہ روپے دے کر سمجھتا ہے مجھ پر کوئی احسان کیا۔''

ظفر شاہ نے سرتا پا عجز بن کر کہا۔''نہیں حضور میں نے تو آپ کے ارشاد کی تعمیل کی ہے۔'' حافظ حسین دین کا لہجہ ذرا نرم ہو گیا۔''دیکھو سردیوں کا موسم ہے، ہمیں ایک دُھسے کی ضرورت ہے۔''

''چلیے ابھی خرید لیتے ہیں۔''

''دو گھوڑے کی بوسکی کی قمیض اور ایک پمپ شو۔''

ظفر شاہ نے غلاموں کی طرح کہا۔''حضور آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔''

حافظ صاحب کے حکم کی تعمیل ہوگئی۔پانچ سو روپے کا دُھسہ۔ پچاس روپے کی قراقلی کی ٹوپی۔بیس روپے کا پمپ شو۔۔۔ظفر شاہ خوش تھا کہ اُس نے ایک پہنچے ہوئے بزرگ کی خدمت کی۔

حافظ صاحب وائٹ ہاؤس میں سو رہے تھے کہ اچانک بڑبڑانے لگے۔ظفر شاہ فرش پر لیٹا تھا۔اُس کی آنکھ لگنے ہی والی تھی کہ چونک کر سننے لگا۔حافظ صاحب کہہ رہے تھے''حکم ہوا ہے۔۔۔ابھی ابھی حکم ہوا ہے کہ حافظ حسین دین تم دریا راوی جاؤ اور وہاں چلہ کاٹو۔۔۔۔چلہ کاٹو۔۔۔وہاں تم اپنے معمول سے بات کر سکو گے۔''

ظفر شاہ ،حافظ کو ٹیکسی میں دریائے راوی پر لے گیا۔وہاں حافظ چھیالیس گھنٹے معلوم نہیں کیا کچھ پڑھتا رہا۔اُس کے بعد اُس نے ایسی آواز میں جو اُس کی اپنی نہیں تھی کہا۔۔۔''ظفر شاہ سے تین سو روپیہ اور لو۔۔اپنے بھائی کی آنکھوں کا علاج کرو۔۔تم اتنے غافل کیوں ہو۔۔ اگر تم نے علاج نہ کرایا تو وہ بھی تمہاری طرح اندھا ہو جائے گا۔''

ظفر شاہ نے تین سو روپے اور دیدیے۔حافظ حسین دین نے اپنی بے نُور آنکھیں گھمائیں جس میں مسرت کی جھلک نظر آسکتی تھی۔اور کہا ''ڈاک خانے میں میرے بارہ سے روپے جمع ہیں۔۔تم کچھ فکر نہ کرو پہلے ۵ سو اور یہ تین سو۔کُل آٹھ سو ہوئے۔۔میں تمھیں ادا کر دُوں گا۔''

ظفر شاہ بہت متاثر ہوا۔''جی نہیں۔۔۔ادائیگی کی کیا ضرورت ہے۔۔۔آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔''

ظفر شاہ دیر تک حافظ کی خدمت کرتا رہا۔اس کے عوض حافظ نے چالیس دن کا چلہ کاٹا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ظفر شاہ نے ویسے کئی مرتبہ محسوس کیا کہ وہ پورا اسید بن گیا ہے اور اُس کی تطہیر ہوگئی ہے مگر بعد میں اُس کو مایوسی ہوئی کیونکہ وہ اپنے میں کوئی فرق نہ دیکھتا اس کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔

اس نے سمجھا کہ شاید اُس نے حافظ صاحب کی خدمت پوری طرح ادا نہیں کی۔جس کی وجہ سے اُس کی اُمید بر نہیں آئی۔چنانچہ اُس نے حافظ صاحب کو روزانہ ایک مرغ کھلانا شروع کر دیا۔باداموں کی تعداد بڑھادی۔دودھ کی مقدار بھی زیادہ کر دی۔

ایک دن اُس نے حافظ صاحب سے کہا۔''پیر صاحب۔۔۔میرے حال پر کرم فرمایئے میری مراد کبھی تو پوری ہوگی یا نہیں۔''

حافظ حسین دین نے بڑے پیرانہ انداز میں جواب دیا''ہوگی۔۔ ضرور ہوگی''۔

ہم اتنے چلے کاٹ چکے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے ناراض ہیں۔۔تم نے ضرور اپنی زندگی میں کوئی گناہ کیا ہوگا۔''

ظفر شاہ نے کچھ دیر سوچا۔''حضور۔۔میں نے۔۔۔ایسا کوئی گناہ گناہ نہیں کیا جو۔۔۔''

حافظ صاحب نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔''نہیں ضرور کیا ہوگا۔۔۔ذرا سوچو۔۔۔''

ظفر شاہ نے چھ دیر سوچا۔''ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کے بٹوے سے آٹھ آنے چرائے تھے۔''

''یہ کوئی اتنا بڑا گناہ نہیں۔۔۔اور سوچو۔۔۔کبھی تم نے کسی لڑکی کو بُری نگاہوں سے دیکھا تھا؟''

ظفر شاہ نے ہچکچاہٹ کے بعد جواب دیا۔''ہا پیر و مرشد۔۔۔صرف ایک مرتبہ۔''

''کون تھی وہ لڑکی؟''

''جی میرے چچا کی۔''

''کہاں رہتی ہے''؟

''جی اسی گھر میں۔''

حافظ صاحب نے حکم دیا۔''بُلاؤ اُس کو۔۔۔کیا تم اُس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟''

''جی ہاں۔۔۔ہماری منگنی قریب قریب طے ہو چکی ہے۔''

حافظ صاحب نے بڑے پر جلال لہجے میں کہا۔''ظفر شاہ۔۔۔بُلاؤ اس کو۔۔۔تم نے مجھ سے پہلے ہی یہ بات کہہ دی ہوتی تو مجھے بیکار اتنا وقت ضائع نہ کرنا پڑتا۔''

ظفر شاہ شش و پنج میں پڑ گیا۔وہ حافظ صاحب کا حکم ٹال نہیں سکتا تھا اور پھر اپنی ہونے والی منگیتر سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ حافظ صاحب کو ملے۔۔۔بادل ناخواستہ اُوپر گیا۔بلقیس بیٹھی ناول پڑھ رہی تھی۔ظفر شاہ کو دیکھ کر ذرا سمٹ گئی اور کہا۔۔۔''آپ میرے کمرے میں کیسے آ گئے۔''

ظفر شاہ نے دبے دبے لہجے میں جواب دیا''وہ۔۔۔جو حافظ صاحب آئے ہوئے ہیں نا۔۔۔''

بلقیس نے ناول ایک طرف رکھ دیا۔''ہاں ہاں۔۔۔میں نے انھیں کئی مرتبہ دیکھا ہے۔۔۔کیا بات ہے۔''

''بات یہ ہے کہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔''

بلقیس نے حیرت کا اظہار کیا۔''وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔۔۔اُن کی تو آنکھیں ہی نہیں۔''

وہ تم سے چند باتیں کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔بڑے صاحب کشف بزرگ ہیں۔۔۔اُن کی بات سے ممکن ہے ہم دونوں کا بھلا ہو جائے۔''

بلقیس مسکرائی۔''معلوم نہیں۔۔۔آپ اتنے ضعیف الاعتقاد کیوں ہیں۔۔۔لیکن چلیے۔اندھا ہی تو ہے۔۔۔اُس سے کیا پردہ ہے۔''

بلقیس ظفر شاہ کے ساتھ وائٹ ہاؤس میں گئی۔حافظ حسین دین بیٹھا چلغوزے کھا رہا تھا۔جب اُس نے قدموں کی چاپ سُنی تو بولا''آ گئے ظفر شاہ۔''

ظفر شاہ نے تعظیماً جواب دیا''جی ہاں حضور۔''''لڑکی آئی ہے؟

''جی ہاں''

حافظ صاحب نے اپنی بے نُور آنکھوں سے بلقیس کو دیکھنے کی کوشش کی اور کہا۔''بیٹھ جاؤ میرے سامنے۔۔۔''بلقیس سامنے اسٹول پر بیٹھ گئی۔

حافظ صاحب نے ظفر شاہ سے کہا۔''اب تمہاری مراد بر آئیگی۔۔۔ہم لڑکی کو وظیفہ بتائیں گے۔۔۔انشاءاللہ سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔''

ظفر بہت خوش ہوا۔۔۔اس نے فوراً پھل منگوائے اور بلقیس سے کہا۔۔۔''حافظ صاحب معلوم نہیں کتنی دیر لگائیں۔۔۔ان کی خدمت کرنا نہ بھولنا۔''

حافظ صاحب نے کہا۔''دیکھو ہم تم سے بہت خوش ہیں۔آج ہماری طبیعت چاہتی ہے کہ تمھیں بھی خوش کر دیں۔جاؤ بازار سے چار تولے نوشادر، ایک تولہ چونا، دس تولے شنگرف اور ایک مٹی کا کُوزا لے آؤ۔۔۔جتنا اس کا وزن ہے اتنا ہی سونا بن جائے گا۔''

ظفر شاہ بھاگا بھاگا بازار گیا۔اور یہ چیزیں لے آیا۔جب اپنے وائٹ ہاؤس پہنچا تو کواڑ کھلے تھے اور اس میں کوئی نہیں تھا۔اُوپر گیا تو معلوم ہوا کہ **بی بی بلقیس بھی نہیں ہے۔**

”عقبی میں اب ہے سایہ ءعرشِ خدا کا شوق“

امتہ الباری ناصر صاحبہ

میرا بس ایک شوق ہے طلبِ خدا کا شوق
اس کی رضا کا شوق ہے اس کی لقا کا شوق

عاجز گناہ گار ہوں کاہل خطا شعار
ہوں بے عمل پہ رکھتی ہوں بہتر جزا کا شوق

پچھلے پہر کی نیند کو توڑا ہے اس لئے
پورا کروں میں رات کو رو کر دعا کا شوق

ہے اس کو پیار مجھ سے مجھے بھی اے کاش ہو
ہے ایک شے سے بڑھ کے اسی میں فنا کا شوق

سنتی ہوں اللہ والوں کی باتیں میں رشک سے
بڑھتا ہے جس سے اور بھی صدق و صفا کا شوق

رحمان کھول دیتا ہے فضل و کرم کے در
آہ و بکا پہ ہے اسے جودو عطا کا شوق

حمدو ثنا کہ نازونعم میں گزر گئی
عقبی میں اب ہے سایہ ء عرشِ خدا کا شوق

”شجر تھوڑا سا خم بھی کھا گیا ہے“

جمشیدؔ اعظم چشتی۔ لاہور پاکستان

گزر کر کون جھونکا سا گیا ہے
کہ سارے شہر کو مہکا گیا ہے

کچھ ایسے چھا گیا وہ ذہن و دل پر
کہ خوابوں تک اُمڈ کر آ گیا ہے

وہ ابرِ زر ، مرے دشتِ ھوس پر
سنہری بارشیں برسا گیا ہے

مَیں کیسے اس کو کہہ سکتا ہوں اپنا
جو مجھ کو دیکھ کر شرما گیا ہے

کوئی نظروں سے چھو پایا نہ جس کو
مری بانہوں میں کیسے آ گیا ہے

کچھ اس پر پھول پھل بھی آ گئے ہیں
شجر تھوڑا سا خم بھی کھا گیا ہے

فلک ، کاغذ کا اک پُرزہ ہو جیسے
سمندر بھاپ بن کر اُڑ گیا ہے

جو خود جمشیدؔ تھا صدیوں کا پیاسا
مجھے وہ رُوح تک نہلا گیا ہے

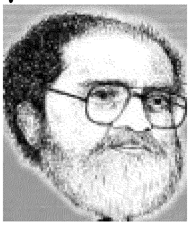

”نادم انسان کی حرکت پہ ہے حیواں اب تک“

شاعر: محمود شام

کوئی دستار سلامت نہ گریباں اب کے
کیسے آغاز ہوئی صبح بہاراں اب کے

روز ملتا ہے نیا رقصِ جنوں دیکھنے کو
فارغ اک لمحہ نہیں دیدہء حیراں اب کے

وحشتیں توڑ کے ہر بند نکل آئی ہیں
نادم انسان کی حرکت پہ ہے حیواں اب تک

فیصلے زور سے اور جبر سے کرتے ہیں ہجوم
یہ ہے سلطانی جمہور کا عنواں اب کے

سننے والوں کی سمجھ میں نہیں آتا کچھ بھی — ہے بیانات سے مفہوم گریزاں اب کے
عشق دوکانِ وفا کھول کے رہ تکتا ہے — حسن بازارِ حصص میں ہے نمایاں اب کے

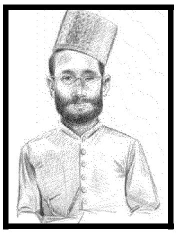

”جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اجڑ گیا وہ دیار ہوں“

کلام: مضطؔر خیر آبادی

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں — کسی کام میں جو نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
نہ دوائے درد جگر ہوں میں نہ کسی کی میٹھی نظر ہوں مَیں — نہ ادھر ہوں مَیں نہ ادھر ہوں مَیں نہ شکیب ہوں نہ قرار ہوں
مرا وقت مجھ سے بچھڑ گیا مرا رنگ روپ بگڑ گیا — جو خزاں سے باغ اجڑ گیا مَیں اسی کی فصل بہار ہوں
پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں کوئی چار پھول چڑھائے کیوں — کوئی آ کے شمع جلائے کیوں مَیں وہ بیکسی کا مزار ہوں
نہ مَیں لاگ ہوں نہ لگاؤ ہوں نہ سہاگ ہوں نہ سبھاؤ ہوں — جو بگڑ گیا وہ بناؤ ہوں جو نہیں رہا وہ سنگار ہوں
مَیں نہیں ہوں نغمۂ جاں فزا مجھے سن کے کوئی کرے گا کیا — مَیں بڑے بروگ کی ہوں صدا مَیں بڑے دکھی کی پکار ہوں
نہ مَیں مضطؔران کا حبیب ہوں نہ مَیں مضطؔران کا رقیب ہوں — جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اجڑ گیا وہ دیار ہوں

”وہ کوچہ مجھے کربلا ہو گیا“

کلام: مرزا رضا برقؔ

اثر زلف کا برملا ہو گیا — بلاؤں سے مل کر بلا ہو گیا
جنوں لے کے ہم راہ آئی بہار — نئے سرے سے پھر ولولا ہو گیا
دیا غیر نے بھی دل آخر اسے — مجھے دیکھ کر من چلا ہو گیا
سمائی دل تنگ کی دیکھیے — کہ عالم میں ثابت خلا ہو گیا
تعلّی زمیں نے نالوں سے جو کی — فلک پر عیاں زلزلہ ہو گیا
ہوا قتل بے جرم میں جا کے برقؔ — وہ کوچہ مجھے کربلا ہو گیا

یہ دیوبند کیا بلا ہے؟

علی گڑھ کے مشاعرے میں جب علامہ انور صابری دیوبندی کا نام پکارا گیا تو ہری چند اختر فرمانے لگے کہ آزار بند، کمر بند، دل بند تو سنا تھا، یہ دیو بند کیا بلا ہے؟ پھر خود ہی انور صابری صاحب کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ”ہاں سمجھ گیا کہ دیو بند کا نام اس لیے رکھا ہے کہ وہاں پہ دیو بند ہے“۔

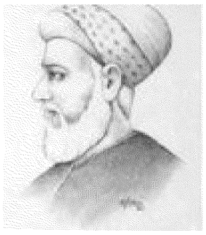

''مذہب میں ترے صواب دیکھا''

کلام: مرزا محمد رفیع سوداؔ

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا پردے میں تھا آفتاب دیکھا
کیوں کر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے یوسف کی طرح میں خواب دیکھا
کچھ میں ہی نہیں ہوں ، ایک عالم اس کے لیے یاں خراب دیکھا
دل تُو نے عبث لکھا تھا نامہ جو ان نے دیا جواب دیکھا
بے جرم و گناہ قتل عاشق مذہب میں ترے صواب دیکھا
کچھ ہووے تو ہو عدم میں راحت ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
جس چشم نے مجھ طرف نظر کی اس چشم کو میں پر آب دیکھا
حیراں وہ تیرے عشق میں ہے یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا
بھولا ہے وہ دل سے لطف اس کا سوداؔ نے یہ جب عتاب دیکھا

''جاہل کے بعد جاہل پیدا نہیں کروں گا''

ایک محفل میں ایک شاعر نامدار کا ذکر آیا جوان دنوں آل انڈیا ریڈیو پر اپنے آپ کو پوری طرح مسلط سمجھتا تھا۔ پنڈت ہری چند فرمانے لگے۔صاحب، کس جاہل مطلق کا نام لے رہے ہو۔گلزار دہلوی کہنے لگے ۔۔۔۔۔۔۔پنڈت جی انہیں جاہل مطلق کہہ رہے ہیں آپ؟اس پر پنڈت جی نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا۔۔۔میاں اگر اللہ میاں بھی چاہیں تو ایسا جاہل مطلق پیدا نہیں کر سکتے۔اس پر سب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک زبان ہو کر کہا کہ پنڈت جی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ میاں بھی ایسا جاہل پیدا نہیں کر سکتے، وہ تو قادر مطلق ہے، جو چاہے کرسکتا ہے؟ پنڈت جی نے سنجیدہ ہو کر فرمایا: ''اللہ میاں آپ کی طرح تھوڑے ہیں جو وعدہ کر کے مکر جائیں گے۔'' گلزار صاحب فرمانے لگے۔۔۔پنڈت جی آپ کیا فرما رہے ہیں؟ پنڈت جی بے ساختہ فرمانے لگے۔''اوئے اللہ میاں نے پہلا وعدہ ایہہ کیتا ہویا اے کہ محمدؐ کے بعد نبی پیدا نہیں کروں گا اور دوسرا وعدہ ایہہ کیتا ہویا اے کہ اس۔۔۔۔۔۔۔جاہل کے بعد جاہل پیدا نہیں کروں گا''۔بس پھر کیا تھا، قہقہے تھے کہ ختم ہونے میں نہیں آرہے تھے۔

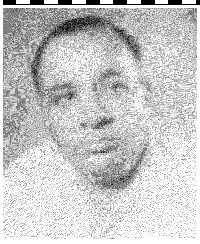

”بن کے ان کا امام پیتا ہوں“

کلام: عبدالحمید عدمؔ

رقص کرتا ہوں جام پیتا ہوں عام ملتی ہے عام پیتا ہوں
جھوٹ میں نے کبھی نہیں بولا زاہدان کرام پیتا ہوں
رُخ ہے پُر نور تو تعجب کیا بادہء لالہ فام پیتا ہوں
اتنی تیزی بھی کیا پلانے میں آبگینے کو تھام پیتا ہوں
کام بھی اک نماز ہے میری ختم کرتے ہی کام پیتا ہوں
تیرے ہاتھوں سے کس کو ملتی ہے میرے ماہ تمام پیتا ہوں
زندگی کا سفر ہی ایسا ہے دم بدم گام گام پیتا ہوں
مجھ کو مے سے بڑی محبت ہے میں بصد احترام پیتا ہوں
مے مرے ہونٹ چوم لیتی ہے لے کے جب تیرا نام پیتا ہوں
شیخ و مفتی عدمؔ جب آ جائیں بن کے ان کا امام پیتا ہوں

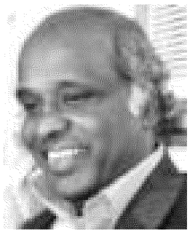

”مجھ کو رونے کا سلیقہ بھی نہیں ہے شاید“

کلام: راحت اندوری

ہاتھ خالی ہیں ترے شہر سے جاتے جاتے جان ہوتی تو مری جان لٹاتے جاتے
اب تو ہر ہاتھ کا پتھر ہمیں پہچانتا ہے عمر گزری ہے ترے شہر میں آتے جاتے
اب کے مایوس ہوا یاروں کو رخصت کر کے جا رہے تھے تو کوئی زخم لگاتے جاتے
رینگنے کی بھی اجازت نہیں ہم کو ورنہ ہم جدھر جاتے نئے پھول کھلاتے جاتے
مَیں تو جلتے ہوئے صحراؤں کا اک پتھر تھا تم تو دریا تھے مری پیاس بجھاتے جاتے
مجھ کو رونے کا سلیقہ بھی نہیں ہے شاید لوگ ہنستے ہیں مجھے دیکھ کے آتے جاتے
ہم سے پہلے بھی مسافر کئی گزرے ہوں گے کم سے کم راہ کے پتھر ہٹاتے جاتے

لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں جگر مرادآبادی غزل پڑھ رہے تھے۔ ان کے ایک قریبی دوست جب ان کی تصویر کھینچنے لگے تو جگرؔ صاحب بولے:۔

”میری تصویر ایسی نہیں آتی کہ تم گھر میں سجا سکو“۔ (جگرؔ صاحب بہت کالے تھے)

ان کے دوست نے کہا: ”تصویر سجانے کے لیے نہیں بچوں کو ڈرانے کے لیے لے جا رہا ہوں“۔

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

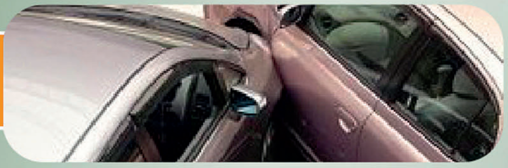

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

Welcome to

ZheGerman

Not Just Different But Better

Meal Deals

Doner Kebab Meal

Doner Kebab with Fries
£7.99

Buy One Get One Free

11 inch Hamburg
£10.99

Lunch Meal Deal

Any 7inch Pizza with Drink
£3.99

Doner Kebab
£.5.99

Party Pizza
£.19.99

Sides - Fries
£.1.00

Our Menu Dishes

Delivery Starts Only After 5PM

http://zhegerman.co.uk

About Us

Order food online in Morden! It's so easy to use, fast and convenient. Try our new, online website which contains our entire takeaway menu. The Zhe German is located in Morden, London Borough Of Merton. You can now order online, all your favourite dishes and many more delicious options, and have them delivered straight to your door in no time at all.

Here at Zhe German we are constantly striving to improve our service and quality in order to give our customers the very best experience. As a result, we are finally proud to unveil and introduce our latest improvement, our new online ordering website! You can now relax at home and order your favourite, freshly prepared meals from Zhe German, online. You can even pay online!

Zhe German in Morden will always be offering great food at affordable prices. Please feel free to browse our new website and place your order online. Remember to check our new online ordering site to get up to date prices and exclusive special offers, limited to our online customers only! Thank you for visiting Zhe German in Morden, London Borough Of Merton. We hope you enjoy our online ordering website and your food.

Open 7 Days A Week
12.00 PM - 03.00 AM

Free Delivery
Minimu Order £10

Zhe German
63 St Helier Avenue,
Morden London
Borough Of Merton,
SM4 6HY